دنیاوی جاہ و حشمت اور آرزوے بہشت:
بنگال کے اسلامی کتبات میں القاب کا تنوع*

پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف صدیق ❁

ABSTRACT

The titles have been a symbol of divergent civilizational and cultural meanings. They have been used for religious and political figures in Islamic history to represent various dimensions of their personalities. Sometimes these titles represent reality and sometimes they exaggerate the qualities of those to whom they are attributed. Bengal was ever very rich and elegant for its monumental inscriptions containing such titles, and we can find them in several historical monuments. This article studies these titles, the places

---

* مؤلفِ مقالہ جن کی مادری زبان بنگلہ دیشی ہونے کے ناتے پر بنگالی ہے، مریم احمد(پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبۂ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب،لاہور) کا خاص طور پر شکر گزار ہے جنہوں نے مؤلف کے اس علمی کام میں بے حد تعاون کیا اور اس تحقیق کو اردو قالب میں ڈھالنے میں اور اس کی تہذیب و ترتیب میں بھرپور مدد کی۔ ساتھ ہی مؤلف وزارت تعلیم، حکومت پاکستان کے ہائیر ایجوکیشن کمیشن اور Iran Heritage Foundation، لندن، نیز Fondation Max Van Berchem جنیوا، سوئیٹزر لینڈ، کا نہایت ممنون ہے جنہوں نے اس تحقیقی منصوبے کے لیے خاطر خواہ گرانٹس کی منظوری دی اور ہر قسم کی اعانت فراہم کی۔

❁ شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

where they are found and the people for whom they have been used.

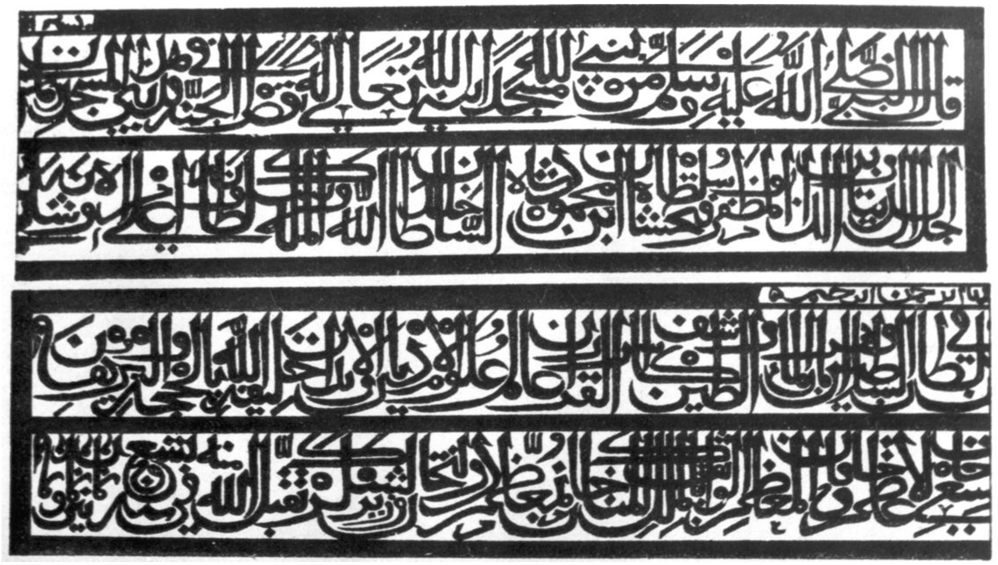

سلطنتِ بنگال کے ایک قدیم پایہ تخت گوڑ میں فتح شاہ کے لیے تحریر کردہ ایک کتبہ بتاریخ ۸۸۹ھ / ۱۴۸۴ء میں کثرتِ القاب کا ایک منفرد نمونہ

	کتبے کا اصل (عربی) متن:		ترجمہ:
بالائی کنارے کا وسط:	بسم الله الرحمن الرحيم	بالائی سطح:	شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔
سطر نمبر ۱:	قال النبي#: من بنى مسجدا لله، بنى الله تعالى له قصرا في الجنة. قد بني هذا المسجد في زمان سلطان السلاطين، قهرمان الماء والطين، كاشف أسرار القرآن، عالم علوم الأديان والأبدان، خليفة الله بالحجة والبرهان	سطر نمبر ۱:	نبی ﷺ نے فرمایا: جو کوئی اللہ کی رضا کے لیے ایک مسجد تعمیر کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لیے جنت میں ایک محل تعمیر کر دیتا ہے۔یہ مسجد سلطان السلاطين قهرمان الماء والطين كاشف أسرار القرآن، عالم علم الأديان والأبدان، خليفة الله بالحجة والبرهان

سطر نمبر۲: جلال الدنيا والدين أبو<أبي> المظفر فتح شاه سلطان ابن محمود شاه السلطان خلّد الله ملكه وسلطانه، وأعلى أمره وشأنه، بسعي خان الأعظم وخاقان المعظم الواثق بالملك المنان خان معظم دولتخان وزير لشكر، تقبّل الله منه، في سنة تسع وثمانين وثمانماية.	سطر نمبر ۲: جلال الدنيا والدين أبوالمظفر فتح شاه سلطان بن محمود شاه السلطان، اللہ اس کی سلطنت و حکومت کو دوام بخشے اور اس کے مقام و مرتبے کو رفعت عطا کرے، کے دور میں تعمیر ہوئی، عظیم خان اور برگزیدہ خاقان الواثق بالملک المنان خان المعظم دولت خان، سپہ سالارِ فوج کی کوششوں سے (یہ وقوع پذیر ہوا) اللہ اُس کے [اِس عمل] کو قبول کرے، سن آٹھ سو نواسی میں۔

اسلامی ثقافت میں القاب کا استعمال اور ان کی تاریخی اہمیت

اسلامی دنیا کا ایک دور دراز خطہ بنگال ایک زمانے میں عمارتی کتبات کے حوالے سے انتہائی مالا مال اور پُر رونق تھا۔ گوڑ میں گنمنت مسجد کا مندرجہ بالا کتبہ، اس خطۂ بنگال کے کتبات میں استعمال ہونے والے کثیر القابات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس لوح پر فقط دو سطروں کی محدود جگہ میں ہمیں الیاس شاہی سلسلے کے سلطان فتح شاہ کے لیے سات القاب ملتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان میں سے کچھ القاب جہاں سیاسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، وہاں چند دیگر القاب عالمانہ اور فاضلانہ لگتے ہیں۔ بے شک الیاس شاہی سلسلے کے کئی حکمران تعلیم و تعلّم کی بھرپور سرپرستی کیا کرتے تھے۔ شاہی خاندان میں سے بعض شہزادوں (مثلاً سلطان غیاث الدین اعظم شاہ، جنہوں نے شیخ قاضی عماد الدین ناگوری گنج شکن کی زیرِ سرپرستی تعلیم پائی) کو رسمی تعلیم کے لیے تعلیمی اداروں (بالفاظ دیگر مدرسہ) میں بھیجا گیا۔ اس کتبہ میں کاشف اسرار القرآن (قرآن کے رازوں کو کھولنے والا)، عالم علوم الأديان والأبدان (مذاہب اور انسانی جسم کے علوم کا ماہر) جیسے شاہی القاب ہمیں فتح شاہ کے عالمانہ و فاضلانہ

پس منظر کے بارے میں آگاہی دیتے ہیں۔ ان القاب سے اشارہ ملتا ہے کہ وہ نہ صرف علومِ تفسیر اور علومِ ادیان کے بارے میں علم رکھتے تھے، بلکہ وہ علم تشریحِ اعضا، علمِ تشریح ابدان اور علم عضویات و فعلیات سے بھی شغف رکھتے تھے۔ کاشف أسرار القرآن کا لقب اپنے اندر صوفیانہ تعبیر بھی رکھتا ہے۔ اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ملقب شخص نے اس قدر اعلیٰ معیار کی روحانی بصیرت حاصل کی جس کے ذریعے قرآن کے مخفی معانی اور راز اس پر منکشف ہو گئے۔

القاب انفرادی، معاشرتی اور ثقافتی رواجوں، ریاستی حکمت عملیوں، مذہبی اندازِ فکر، مروّجہ فرقہ وارانہ سوچ، سیاسی رجحانات، روایات اور اخلاق کا مظہر ہونے کی حیثیت سے انسان کے معاشرتی، سیاسی اور مذہبی ارتقا کا ایک دلچسپ پہلو ہیں۔ القاب جہاں مخصوص دفاتر اور انتظامی اداروں اور حکومتی اُمور کے متعلق انتہائی اہم تاریخی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، وہاں یہ اُس عہد کے مذہبی اور ثقافتی رویوں کے عکاس بھی ہیں۔ القاب کی بناوٹ، الفاظ اور مخصوص طرزِ بیان سے ملقب شخص زمان و مکاں کی مناسبت سے نت نئے انداز میں ابھرتا ہے۔ بعض اوقات کچھ خاص قسم کے القاب کسی غیر معمولی موقع پر ایک خاص پیغام یا کسی مخصوص مفہوم کے ابلاغ کے لیے بھی استعمال ہوتے رہے ہیں۔ بالخصوص سیاسی القاب بہت دلفریب ہیں؛ یہ اکثر اشرافیہ کی دنیاوی شان و شوکت اور اقتدار کے حصول کے مقصد کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ اکثریتی حمایت حاصل کرنے کے لیے کچھ تاریخی القاب اندازِ بیان کی ایک ایسی قسم میں تبدیل ہو گئے جو جدید دور کی سیاسی زبان میں حسنِ تعبیر (Euphemism) یا سیاسی صحت بیانی (Politically correctness) سے بخوبی مماثلت رکھتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بنگال اور دیگر اسلامی علاقوں میں اعلیٰ سرکاری عہدوں تک ترقی دیے جانے والے حبشی غلاموں کو بعض اوقات نہ صرف 'ملک' (آقا) جیسے بارعب القاب سے نوازا گیا، بلکہ 'کافور' (ایک خوشبو دار درخت جس سے سفید رنگ کا شفاف مادہ نکالا جاتا ہے) جیسے خاص اسما بھی دیے گئے۔ یہ ایک ایسا فعل تھا جس کو آج کے ذخیرۂ الفاظ میں سیاسی بیان صحیح (Politically correct) کہا جاسکتا ہے۔ القاب کی سیاست میں یہ بات باعثِ حیرت نہیں رہتی کہ بسا اوقات سیاست دان عوام کو بیوقوف بنانے کی حد تک، اگرچہ زیادہ تر ناکام انداز میں، ان کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ جب بغداد میں ۴۲۹ھ (۱۰۳۸ء) میں خطبۂ جمعہ (باجماعت) کے دوران آل بویہہ (Buyids) کے مقتدر طبقہ کی جانب سے ایک قدیم فارسی شاہی لقب "شہنشاہ" (ملک الملوک) کے رسمی اعلان کے ذریعے خلیفہ کے بالمثل حمایت کے حصول کی کوشش کی گئی، تو عوام کی جانب سے فسادات پھوٹنے کی حد تک

ناپسندیدگی کا ردعمل پایا گیا۔ ایک طرح سے یہ ہمیں ایرانی شہنشاہ رضا شاہ پہلوی کی طرف سے ملک میں اسلامی انقلاب رونما ہونے سے پہلے اپنے لیے 'شاہ' کے لقب کو استعمال کرنے کے اقدام پر عوامی عدم اطمینان کی یاد دلاتا ہے۔ دوسری طرف ایسے القاب بھی موجود ہیں جو مقبول جذبات کی بخوبی نمائندگی کرتے ہیں جیسے 'شیر بنگال' (بنگال کا شیر) کا لقب جو برطانوی راج کے آخری ایام میں غیر منقسم بنگال کے ایک مشہور مسلمان رہنما مولوی اے۔کے فضلِ حق کو دیا گیا، یا جیسے بانیٔ پاکستان کو قائد اعظم کا لقب دیا گیا۔

القاب میں پائی جانے والی معلومات سے علاقائی توسیع، فرقہ وارانہ پالیسی اور سیاسی گٹھ جوڑ وغیرہ کے بارے میں بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ اپنے حاملین کے ارادوں اور عزائم کا بھی پتا دے سکتے ہیں۔ بعض اوقات سلطنت یا جاگیر جتنی چھوٹی ہو، اس کے حکمران کا لقب اتنا ہی لمبا ہوا کرتا تھا، جس کا مقصد غالباً ملقب فرد کے غیر اہم کردار کی تلافی ہوتا تھا، پس لمبے چوڑے لقب کے ذریعہ وہ اپنی انا کی تسکین کرتا تھا۔ دوسری طرف درباری کاتبین، قصیدہ گو شعرا اور مداحین بھی حکمرانوں کی داد حاصل کرنے کے لیے شاہی القاب میں تصنع اور مبالغہ سے کام لیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حکومتی اور مقتدر طبقے کے ساتھ اپنی وفاداری اور فرمائیگی کے اظہار میں دربار سے وابستہ لوگوں کے مابین ہمیشہ خاموش مقابلہ جاری رہتا تھا۔ اپنوں سے بڑوں کی مدح سرائی ایک ایسی بشری کمزوری ہے جو غالباً ہر جگہ مختلف انداز میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اور آج بھی پنجاب میں ماتحت افراد اپنے سے بلند عہدیدار کو "جناب، اَسی تے تہاڈے نوکر آں" یعنی "آپ کا نوکر یا آپ کا خادم" کہہ کر یا مصر میں "أنا تحت أمرك يا سيدي" (اے میرے آقا! میں آپ کے حکم کے تابع ہوں) جیسے نیاز مندانہ جملوں سے اظہارِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

دوسری جانب القاب کی شان و شوکت اور ان کا ممکنہ سیاسی استعمال (یا شاید غلط استعمال) انسانی تاریخ میں وقتاً فوقتاً محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اس نے ابتدائی دور کے مسلم علما اور تاریخ دانوں تک کو متوجہ کیا۔ مثلاً ابن خلدون، ابن ابی شرف کے چند طنزیہ اشعار نقل کرتا ہے جو اندلس میں معمولی حکمرانوں کی طاقت اور اثر ورسوخ سے بمشکل میل کھانے والے بلند آہنگ شاہی القاب کے استعمال کا تمسخر کرتے ہیں۔[1] البیرونی نے بھی مثال کے طور پر آل بویہہ (Buyids) کی طرف سے کافي الكفاة (اہلیت رکھنے والوں میں سب سے زیادہ اہل) جیسے حد

---

۱ - ابن خلدون، کتاب العبر و دیوان المبتدأ والخبر (المعروف بہ مقدمہ)، مترجم: مولانا سعد حسن یوسفی، آرام باغ، کراچی، میر محمد کتب خانہ، سن ندارد، ص: ۲۳۱-۲۳۳

سے متجاوز القاب کے استعمال پر "ایک بڑے جھوٹ کے سوا کچھ نہیں" کہ الفاظ سے تنقید کی، تاہم اس نے سامانیوں کے نسبتاً معتدل القاب پر حمایتی انداز میں تبصرہ کیا۔[۲] اسی طرح سلجوقی وزیر نظام الملک کا کہنا تھا کہ جب القاب میں غُلو ہونا شروع ہوا تو قدرتی طور پر انہوں نے اپنے معنی کھونا شروع کر دیے۔[۳] شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

فیضِ نظر کے لیے ضبط سخن چاہیے
حرف پریشاں نہ کہ اہلِ نظر کے حضور

اسلامی دنیا کے سرحدی علاقوں میں حکمران اور جاگیردار، بغداد میں عباسی خلیفہ سے القاب کی حمایت حاصل کرنے کے لیے اور بعدازاں قاہرہ میں برائے نام خلفا سے دوسروں کے مقابلے میں ممتاز مقام پانے کی خواہش میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ خلیفۂ وقت کی طرف سے ان کی حکمرانی کا اعتراف، ان کے اقتدار و اختیار کے لیے ایک قسم کا مذہبی اور اخلاقی جواز فراہم کیا کرتا تھا۔ القاب اپنے خاص انداز سے اپنے حاملینِ کے مقام کو معاشرے اور ریاست میں سربلند کرنے کے لیے بھی کردار ادا کرتے تھے۔ مضبوط مذہبی دعووں اور ربانی حمایت (جس کا اظہار خدا پر مکمل انحصار کے ذریعے ہوتا ہے) کے مفہوم والے اعزازی القاب حکمرانوں کو قانونی جواز کی مستحکم بنیاد فراہم کیا کرتے تھے جس کی عموماً حکمرانوں کو تلاش ہوتی تھی۔ دوسری جانب اقتدار کے بھوکے حکمران ریاکارانہ القاب کا پیچھا کرتے تھے تاکہ اپنے رعب و دبدبہ کا اظہار کر سکیں۔ یہ ایک عام انسانی کمزوری ہے جس کا مختلف علاقوں کی انسانی تاریخ میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اورنگ زیب کے بعد کا دور، جبکہ مغلوں کی سیاسی اور فوجی طاقت تیزی سے روبہ زوال تھی، شہنشاہوں اور صوبائی حکمرانوں کے یہاں پُرتصنع القاب سے بکثرت نوازے جانے کی ایک موزوں مثال ہے۔ اس کے نتیجے میں ان القاب کی سماجی اہمیت بھی

---

۲ - ابو ریحان البیرونی، **الآثار الباقیة عن القرون الخالیة**، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۰، ص ۱۳۱، مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے:

C. E. Bosworth, "Lakab," in *Encyclopaedia of Islam* (Leiden: E. J. Brill, ۲nd ed.), ۶۲۲.

۳- دیکھیے:

Naẓām al-Mulk, *Siyāsat Nāmah*, H. Darke ed. (Tehran: n.p., ۱۳۴۰/۱۹۶۲), ۱۸۹-۲۰۰; H.Darke, tr. *The Book of Government or Rules for Kings* (London: n.p., ۱۹۶۰), ۱۵۲-۶۳

تنزل کا شکار ہو گئی۔ اس طرح بنگال اور دیگر کئی جنوبی ایشیائی علاقوں میں "بیگ"، "خان" اور "مرزا" ("شہزادہ" یا "امیر کا بیٹا" کا مفہوم رکھنے والا ایک فارسی لقب) جیسے قابلِ قدر القاب کی حیثیت آخر کار اس کے سوا کچھ نہ رہی جو آج کے دور میں خاندانی ناموں کی ہے۔

یہ مشاہدہ بھی دلچسپ ہے کہ (ماضی میں عزت و سرفرازی کی بنا پر دیے جانے والے) کچھ قدیم کلاسیکی القاب، اب باقاعدہ مقبولِ عام ناموں میں بدل گئے ہیں، جیسے شمس الدین اور علاء الدین۔ عام طور پر اسلامی مشرق کے القاب (بعض اوقات الألقاب المشرقية یا مشرقی القاب کے نام سے موسوم) اسلامی مغرب یعنی اندلس یا شمالی افریقہ میں اپنے ہم منصبوں کے القاب کے مقابلے میں زیادہ مبالغہ اور داد و دہش سے بھرپور دکھائی دیتے ہیں۔ بلند رُتبہ غیر مسلموں کو اعزازی القاب سے نوازنے کا رواج بھی عام تھا جبکہ ان کی مذہبی حساسیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مذہبی حوالہ سے محتاط انداز میں گریز کیا جاتا تھا۔ اسلامی القاب کے تاریخی ارتقا میں ہمیں بعض ایسے القاب ملتے ہیں جو خاص طور پر خواتین کو دیے گئے۔ تاہم قدیم دنیا کے باقی حصوں کی طرح ان کی تعداد تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے جو ان دنوں میں خواتین کے بالخصوص سیاست میں سرسری کردار کا مظہر ہیں۔

اسلامی القاب میں ہمیں کئی اطراف اور علاقوں سے مختلف اقوام کے وسیع تاریخی تجربات سے آنے والے اثرات ملتے ہیں۔ پس حاتم الملة جیسا لقب، جو مغربی بنگال کے حضرت پنڈوہ میں شیخ نور قطب العالم کے مقبرے پر ایک کتبہ بتاریخ ۱۰۲۰ھ / ۱۶۱۲ء میں آیا ہے، وہ دراصل قبل از اسلام تاریخِ عرب میں فیاضی، لطف و مہربانی اور پارسائی کے لیے مشہور ایک مثالی شخصیت حاتم طائی سے متاثر ہو کر وجود میں آیا۔ دوسری طرف سلطان الزمان الذي ملكه ملک سليمان (زمانہ کا سلطان جس کی سلطنت سلیمان * کی بادشاہت سے مماثلت رکھتی ہے) کا لقب بنگال کے سلطان کو بادشاہ سلیمانؑ (تقریباً دسویں صدی قبل مسیحؑ کا عہد) کے ہم پلہ ایک مثالی اور نادر حکمران کے طور پر پیش کرتا ہے جو اسلامی اور یہودی روایات میں اپنی غیر معمولی وسیع، مضبوط اور خوشحال سلطنت کے ذریعے دنیا کے ایک کامیاب حکمران ہونے کی علامت ہیں۔ قبل از اسلام فارس (بالفاظ دیگر ساسانیوں) کا اثر "خسرِو زمان" (زمانے کا خسرو) جیسے القاب میں دیکھا جا سکتا ہے؛ کیونکہ خسرو نوشیروان عادل (عہد ۵۳۱-۵۹۷) کو ایک مثالی اور عظیم پارسی شہنشاہ تصور کیا جاتا تھا۔ یہ لقب مغربی بنگال کے دکھشن (جنوبی) میں دیناج پور میں مولانا شاہ عطا کے مقبرے پر آویزاں ایک کتبہ میں آیا ہے۔ مغربی بنگال، جنوبی دیناج پور میں ایک اور مسجد کے کتبہ میں ظفر خان بہرام ایتگین سلطانی کے لیے آنے والا اسکندر الثاني (دوسرا اسکندر) کا لقب بھی دلچسپ

ہے۔ یہ لقب مشہور یونانی فاتح سکندر اعظم کے ساتھ ملقب شخص کا موازنہ کرتا ہے، جس کی فتح نے جنوبی ایشیا کے شمال مغرب میں دُور رس ثقافتی اور تہذیبی اثرات چھوڑے۔ علامتاً یہ لقب بلند تر ثقافت اور ترقی یافتہ تہذیب کے علم برداروں کی حیثیت سے، شہنشاہ سکندر کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مغرب سے مشرق کی جانب آنے والے مسلم فاتحین کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ "خان" (آقا/شریف النفس) بھی بنگال میں ایک مشہور لقب ہے جو بنگال کے متعدد کتبات میں اکثر دیگر صفات کے ساتھ مرکب شکل میں جیسے کہ "خان معظم" یا "الخان المعظم" کی صورت میں آیا ہے۔ اصلاً چند ترکی قبائل (خصوصاً وسطی ایشیا کے ختائی اور تاتار قبیلے) کے بادشاہوں اور حکمرانوں کے اس لقب – خان – نے بنگال میں ترک افغان قبائل (جیسے خلجی) کے ذریعے راستہ بنایا جو تیرھویں صدی میں بطور فاتحین بنگال میں جمع ہوئے۔ "خاقان" نیز "خان" کا لقب اور اس کے مترادف، وسطی ایشیا کے مشرقی حصوں میں شاہی عہدیداروں اور بادشاہوں کے لیے، بالخصوص تاتاریوں اور منگولوں کے یہاں، مختلف توصیفی کلمات کے ساتھ عرصۂ دراز تک استعمال ہوتے رہے۔ یہ القاب مرکب شکل میں بنگال کے کئی کتبات میں آئے ہیں۔ مثال کے طور پر أبوالفتح طغرل السلطاني بنگال اور بِہار کے حکمران کے لیے بِہار شریف کی بڑی درگاہ میں ایک مذہبی عمارت کے ایک کتبے بتاریخ محرم ۶۴۰ھ (جولائی ۱۲۴۲ء) میں استعمال ہوا ہے۔

اسلامی تہذیب کے قیام کے ساتھ ہی مسلمان حکمران اشرافیہ نے پڑوسی تہذیبی مراکز یعنی بازنطینی اور سامانی روایات میں شاہی اطوار اور تشریفات میں آہستہ آہستہ دلچسپی لینا شروع کر دی، جہاں القاب نے زمانے کی اہم شخصیات کی رسمی پہچان میں قابلِ لحاظ کردار ادا کیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ پڑوسی سامانی اور رومی تہذیبوں کے ساتھ ثقافتی تسلسل اور تعامل کے نتیجے میں بالواسطہ یا بلاواسطہ اثرات کے تحت مختلف جدید اور نئے ادارے اسلامی دنیا میں وجود میں آئے۔ ان اداروں کے اکثر ریاستی حکام اور ملازمین، خاص طور پر نو مفتوحہ علاقوں میں، غیر مسلم تھے۔ ان کے پیشہ ورانہ تعاون نے ان نئے قائم کردہ اداروں کی ترقی اور بڑھوتری میں، اُس ابتدائی غیر اطمینان بخش صورت حال کے باوجود، معنی خیز حصہ ڈالا جو کچھ مسلمان حکمرانوں کو ریاست کے ایسے حساس عہدوں پر غیر مسلموں کو ملازم رکھنے میں درپیش تھی۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر خاص طور پر اس مجبوری سے ناخوش تھے۔ اگرچہ خود اُن کو بھی غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد کو ملازمت دینا پڑی۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ مصر میں فاطمی حکومت کے ابتدائی دور میں سرکاری مراسلت و تعلقات کے لیے ذمہ دار ریاستی انتظامیہ، سیکریٹریٹ (بالفاظ دیگر دیوان الإنشاء) کے کئی کلیدی سربراہ عیسائی اقلیت میں سے تھے جن کو کئی اعزازی القاب اُن کی پیشہ ورانہ مہارت کے اعتراف میں دیے

گئے۔ فاطمی دور میں اس ادارے کو چلانے والے ابتدائی افسر شاہی نظام کے عہدیداروں میں یعقوب ابن کلس، فہد بن ابراہیم نصرانی (۳۸۸ھ/۹۹۸ء میں الرئیس کے لقب سے نوازا گیا)[۴]، ابوالنصر بن عبدون نصرانی (۴۰۰ھ/۱۰۰۸ء میں الكافي کے لقب سے اعزاز یافتہ)[۵]، وزرع بن عیسی بن نسطورس نصرانی (۴۰۱ھ/۱۰۱۰ء میں الشافي کے لقب سے نوازا گیا)[۶] اور اس کا بھائی ساعد بن عیسیٰ بن نسطورس نصرانی (الأمين کے لقب سے نوازا گیا) کے نام شامل ہیں جو تمام کے تمام عیسائی تھے، اور یہ میلان اس عہد میں دوسرے اسلامی علاقوں میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔[۷]

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ ہر کس و ناکس کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاتی تھی کہ وہ سلطان کے لیے اپنی مرضی سے ایک شاہی لقب جاری کر لے؛ کیونکہ یہ عمل ایک خاص رسمی، سرکاری اور اداراتی توثیق کا محتاج تھا۔ گویا اس خاص ادارے یعنی دیوان الإنشاء کے آغاز نے مرکزی اسلامی دارالخلافوں میں حکمران طاقتوں کے مناسبِ حال نئے القاب کے اختراع اور رسمی القاب کے جاری کرنے میں مع دیگر سرکاری مراسلات اور تشریفات سے وابستہ متنوع امور کی انجام دہی میں وافر حصہ ڈالا۔ جہاں اس ادارے نے القاب کے لیے مناسب تراکیبِ تخلیق کرنے کا کام کیا، وہاں وہ خلافت کے دوسرے علاقوں میں یا دور دراز مقامات میں برائے نام ریاستوں میں حکمرانوں کو عطا کیے جانے والے القاب کی موزونیت کی پڑتال بھی کرتا رہا۔ یہ اہم ریاستی ادارہ اپنے کام میں اس قدر ماہر تھا کہ اپنے کام کی مکمل تفصیل (بشمول تکنیکی پہلو، جیسے سیاہی اور کاغذ قلم کے معیار، خطاطی کے اسلوب کے مطابق خاص قلم، (عربی/اسلامی) انشائی متن کے مختلف نمونوں، خطاطی کی جدید شکلوں اور مخصوص اندازِ اظہار اور اسلوبِ تحریر کے ہدایت نامہ کی موزونیت وغیرہ) بہت باریک بینی سے ترتیب دی جاتی تھی ۔مثال کے طور پر خلیفہ کو تحریر ارسال کرتے وقت حجاج بن یوسف، خلیفہ کا نام جلی اندازِ خطاطی میں چوٹی پر لکھتا تھا، جبکہ اپنا نام آخر میں اپنی فرومائیگی کے اظہار کے طور پر باریک سا لکھتا۔ سرکاری تشریفات اور رسمی تبادلۂ خیال کو برقرار رکھنے کے

۴- تفصیلات کے لیے دیکھیے: امین الدین ابوالقاسم، الإشارة إلى من نال الوزراء، مصر، دارالفکر العربی، ۲۰۰۰ء، ص۲۶

۵- مقریزی، تقی الدین احمد بن علی، المواعظ و الاعتبار بذكر الخطط و الآثار، مصر، ۱۳۲۰ھ، ج ۲، ص۱۵

۶- نفس مصدر، ج ۲، ص ۲۸۷

۷- حسن الباشا، الألقاب الاسلامية في التاريخ والوثائق والآثار، اسکندریہ، دارالنہضہ، ۱۹۷۸ء، ص۱۸-۱۹

لیے مناسب الفاظ کا انتخاب بلاشک و شبہ انتہائی اہمیت رکھتا تھا؛ کیونکہ الفاظ اور جملوں کے غیر عاقلانہ انتخاب سے غیر واضح پیغام اور غلط اشارے پائے جانے کا امکان ہوتا تھا، جیسا کہ ابو ہلال عسکری[۸] نے واضح کیا ہے۔ القاب کو بعض اوقات پیغام رساں کی حیثیت میں اس قدر اہمیت دی جاتی تھی کہ اگر لغت کے استعمال میں رسوم و آداب سے بے اعتنائی برتی جاتی تو اس کو شدید مذموم حرکت شمار کیا جاتا تھا۔[۹]

اس دفتر کا باضابطہ نام وقت اور علاقے کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتا تھا۔ اگرچہ اسلامی تاریخ کے ایک بڑے حصے کے دوران اور بالخصوص ابتدائی عباسی دور میں عام طور پر یہ دیوان الإنشاء کے نام سے مشہور رہا؛ لیکن بعض اوقات یہ دیوان الکتابۃ، دیوان الدست الشریف، دیوان الطغراء وغیرہ کے نام سے بھی جانا جاتا تھا۔ مصر میں طولونی (Tulunid) عہد میں یہ دیوان المکاتبات کے نام سے معروف ہوا۔ شاہی تحریری رسوم و آداب اور سرکاری متون کے لیے جواب دہ اس خاص دفتر نے حکومتی سرپرستی میں تعمیر ہونے والی عمارتوں کے لیے سرکاری کتبات کے رسمی متن کی توثیق کے علاوہ حکمران طبقے اور ان کے خاندانوں اور حکومت کے دیگر معززین کے لیے باضابطہ القاب جاری کیے۔ مرکزی عہدے دار کا لقب مختلف جگہوں پر مختلف ہوتا تھا۔ شمالی افریقہ (خاص کر مراکش) میں اس دفتر کا مرکزی افسر صاحب القلم الأعلی کہلاتا تھا۔ مصر میں فاطمی عہد کے دوران بعض اوقات اس کو دیوانِ دست شریف (فارسی الفاظ کا مرکب بمعنی بابرکت ہاتھ سے چلنے والا دفتر) کہا جاتا تھا۔ جغرافیائی دُوری کے باوجود بنگال میں عرب دنیا کا ثقافتی اثر کسی نہ کسی طور پر ہمیشہ اثرانداز ہوتا رہا۔ اس علاقے میں اگرچہ مسلمان دورِ حکومت میں درباری زبان فارسی ہی رہی؛ البتہ علمی و فکری سرگرمیوں (مثلاً مدارس میں تعلیم و تعلم) کے لیے مغلوں کی آمد سے قبل تک عموماً عربی کو استعمال کیا گیا۔ گو کہ اس بات کا اندازہ لگانا زیادہ دشوار نہیں کہ دیوان الإنشاء جیسے کچھ ادارے بنگال کے اندر بھی قائم رہے ہوں، لیکن بنگال سلطنت سے متعلقہ محدود تاریخی ذرائع میں بمشکل ہی اس کا کوئی تذکرہ ملتا ہے۔ بہرحال تمام امکانات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے

۸- ابوہلال الحسن بن عبداللہ عسکری، الصنا عتین، (استنبول، ۱۳۱۹ھ)، ص۱۱۸-۱۱۹؛ مزید دیکھیے: ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، **عیون الأخبار**، مصر، ۱۹۲۵ء، ص۷۰-۷۱، الباشا، **الألقاب الإسلامیۃ**، ص۱۶

۹- الباشا، **الألقاب الإسلامیۃ**، ص۱۰؛ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: ابو بکر محمد بن یحیی صولی، **أدب الکتّاب**، مصر، المطبعۃ السلفیۃ، ۱۳۴۱ھ، ص ۲۱ وما بعد

کہ بنگال کے دارالخلافوں میں سرکاری اور شاہی القاب کے الفاظ اور جملوں کی عربی عبارت کی صحیح شکل تجویز کرنے اور بنانے کے حوالے سے کچھ نہ کچھ علما حضرات وابستگی رکھتے تھے۔

اسلامی القاب کے کئی تاریخی ذرائع ہیں۔ قدیم ذرائع (بالخصوص عہدِ وسطی کی عربی اور فارسی کتبِ تاریخ) مختلف زمانوں میں مستعمل اسلامی القاب کی وسیع اقسام کے بارے میں بھرپور معلومات فراہم کرتے ہیں۔ سرکاری فیصلے، فرمان، وقائع اور شاہی مراسلات اور محافظ خانے بھی اسلامی ثقافت میں رائج القاب کے تنوع کے بارے میں بیش قیمت اشارے دیتے ہیں۔ سکے بھی اس کا ایک اہم ذریعہ ہیں، اگرچہ ان کی محدود تحریری جگہ القاب کی تعداد میں کسی مبالغے سے کام لینے کا موقع شاذ و نادر ہی دیتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اسلامی دنیا میں ایک خاص صنفِ ادب (الرسائل، المکاتبات اور الإنشاء جیسے مختلف ناموں کے ساتھ) نمودار ہونا شروع ہوئی۔ بلا تعجب اس میدان میں ہونے والی کئی عظیم کاوشوں کو دیوان الإنشاء کی زیرِ نگرانی ہی ترتیب دیا گیا تاکہ سرکاری تشریفات کو القاب اور ریاستی روابط کے لیے تحریری شکل دی جاسکے۔

ان القاب سے حاصل ہونے والی اہم علامات اور پیغامات کے باعث ازمنۂ وسطی کے کئی مسلمان مؤرخین اور علما نے ان میں دلچسپی لی اور موضوع سے متعلق وافر اور بیش قیمت سرمایۂ ادب چھوڑا۔ خوش قسمتی سے ان دلچسپ کتب میں سے بعض آج تک موجود ہیں جو ہمارے سامنے مختلف ادوار میں کئی جگہوں پر استعمال ہونے والے متنوع القاب کی جھلکیاں پیش کرتی ہیں۔ اگر چند ابتدائی کاموں کا تذکرہ کریں تو اس سلسلے میں ابن قتیبہ (ابو محمد عبداللہ بن مسلم دنیوری، م: ۲۷۰ھ) نے اس موضوع پر اپنی کتاب **أدب الكاتب** (لیڈن، ۱۹۰۱ء) میں تیسری صدی ہجری (نویں صدی عیسوی) کے وسط جیسے ابتدائی زمانے میں طبع آزمائی کی، اسی طرح ابو عبداللہ محمد بن عبدوس جہشیاری (م: ۳۳۱ھ) **كتاب الوزراء والكتّاب** (قاہرہ، ۱۹۳۸ء) میں اس موضوع کو چھیڑتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ زیادہ مرکوز کام ہونے لگے، جن میں جمال الدین عبدالرحیم بن علی بن شیث (م: ۶۲۵ھ) کی **معالم الكتابة ومغانم الإصابة** (بیروت، ۱۹۱۳ء)، شہاب الدین بن فضل اللہ عمری (م: ۷۴۸ھ) کی **التعريف بالمصطلح الشريف** (قاہرہ، ۱۳۱۲ھ) اور ایک مشہور مصری عالم شہاب الدین احمد بن علی قلقشندی کی نویں صدی ہجری کی مشہور کتاب **صبح الأعشى في صناعة الإنشاء** (۱۴ جلدیں، قاہرہ، ۱۹۱۳-۱۹) شامل ہیں۔ یہ کتب، جنہیں اپنے وقت کے بے مثال تخلیقی کارناموں یا

شہ پاروں(Magna Opera)میں شمار کیا جاسکتا ہے، اپنے بھرپور تحقیقی اور توضیحی اندازِ بیان کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ کئی نمایاں مسلمان تاریخ دانوں بشمول ابن خلدون اور البیرونی (**کتاب الہند**) کو یہ موضوع اس قدر پسند آیا کہ بعض اوقات انہوں نے اپنے مشہور فن پاروں میں خاص ابواب القاب کے لیے مخصوص کیے۔ جدید دور میں اسلامی القاب سے متعلق چند ہی کام ہوئے ہیں، جن میں سب سے زیادہ اہم اور معرکہ آرا کام حسن الباشا (م:۲۰۰۱ء) کی عربی تالیف **الألقاب الإسلامية في التاريخ والوثائق والآثار** ہے۔یہ کتاب مختلف ادوار میں اسلامی سلطنتوں کے زیرِ استعمال رہنے والے متنوع القاب کا جائزہ پیش کرتی ہے۔ الباشا کا کام انتہائی گہرائی اور شاندار توضیحی انداز سے متصف ہے، اگرچہ اس کی زیادہ تر توجہ مصر میں فاطمی، ایوبی اور مملوک ادوار پر مرکوز رہی ہے (جس نے کسی حد تک اس کے زاویۂ نگاہ کو محدود کر دیا ہے)۔ اس موضوع پر مغربی علما کا کام بھی کافی حد تک بیش قیمت ہے۔ چارلس ایڈمانڈ بوزورتھ کا انگریزی زبان میں القاب[۱۰] کے نام سے وسیع اور جامع مضمون **انسائیکلوپیڈیا آف اسلام** کے اندر اس میدان میں ایک بہت شاندار اور مفصل مطالعہ کا عکاس ہے۔ راقم کی کاوش **رحلة مع النقوش الكتابية الإسلامية في بلاد البنغال** میں بنگال کے کتبات میں پائے جانے والے اسلامی القاب سے متعلق مفصل بیان شامل ہے۔[۱۱]

اعزازی نوعیت کے اسلامی القاب کی اکثریت عموماً زمان و مکاں اور ملقب شخص کے مرتبے کے مطابق ہی ترتیب پاتی تھی۔ اس چیز نے حسن الباشا کو الألقاب المكانية (مقام کی مناسبت سے القاب) کی اصطلاح وضع کرنے کی تحریک دی۔ جدید دور کی طرح قدیم زمانے میں بھی لقب کی بنیاد پیشہ، طبقہ، عہدہ اور حکومت ہوتی تھی۔ اسلامی القاب کی اس بے انتہا وسعت کی کئی اقسام میں درجہ بندی کی جاسکتی ہے، جیسے مذہبی، روحانی، شاہی، عہدیداری، تقریباتی، انتظامی، پیشہ وارانہ، فوجی اور اعزازی وغیرہ۔ خاندانی القاب بھی وجود رکھتے ہیں جن سے بعض اوقات گھریلو تجارت یا پیشے جیسے معمار وغیرہ کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ اسی طرح ایسے القاب بھی ہیں جو صرف اپنی

۱۰۔

Charles E Bosworth, "Lakab," in *Encyclopaedia of Islam* (Leiden: E. J. Brill, ۲nd (New) ed.), ۵:۶۱۸- ۶۳۱.

۱۱- محمد یوسف صدیق، **رحلة مع النقوش الإسلامية فی بلاد البنگال: دراسة تاريخية حصارية**، دمشق، دارالفکر، ۲۰۰۴ء

مصنوعی طاقت اور شان و شوکت کا دکھاوا ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہوا، تاہم کچھ ایسے ہیں جن کو ایک گہرے مفہوم یا شاید تاریخی ژرف نگاہی کے ساتھ بہت غور و فکر کے بعد وضع کیا گیا۔

القاب کے ذیل میں عرب اسلامی روایت کی ایک طویل تاریخ ہے جو قبل از اسلام زمانے تک جاتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ "لقب" کی اصطلاح قبل از اسلام عرب روایت میں کسی حد تک منفی تعبیر میں شروع ہوئی، جیسا کہ قرآن میں بھی اشارہ دیا گیا ہے۔[۱۲] نیز یا عرفی نام کے منفی معنوں میں اپنے ابتدائی استعمال کے باوجود اس لفظ "لقب" کو بعد کے اسلامی عہد میں عام طور پر "نعت" (جمع نعوت بمعنی صفات، مدح، لقب، عرف) کے مثبت معنوں میں استعمال کیا جانے لگا۔ لقب کے لیے غیر مبدل طور پر اسم (اسم معرفہ) اور بعض جگہوں پر دعائیہ کلمات کی طرح کچھ دیگر الفاظ یعنی کنیت (ایک شخص کے جدی پشتی سلسلے سے مماثل عموماً 'ابو' یا 'ام' کے بعد بیٹے کے نام سے ترتیب دیا گیا مرکب جس سے وہ مشہور ہوتا ہے)، نسبت اور نسب وغیرہ کی ضرورت ہوتی تھی۔

القاب نبی ﷺ کے زمانے سے ہی ظہور پذیر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے بھی بعض موقعوں پر خود بھی اپنے کچھ صحابہ کو غیر رسمی القاب سے نوازا۔ اسلام نے، جو اپنے ابتدائی دور میں ہر حوالے سے سادگی کا مرقع تھا، غیر رسمی القاب کے تعارف کا مشاہدہ کیا جو انتہائی سادہ ہونے کے ساتھ ساتھ بقدرِ ضرورت محدود تھے اور ہر قسم کے مبالغہ اور پُر تصنع اظہار سے خالی تھے۔ ابتدائی القاب جیسے خليفة اور أمير المؤمنين مقبولِ عام جذبات اور عہدے کی نوعیت کے مظہر تھے۔ ان دو القاب میں خاص طور پر جمہوریت کی روح (گو کہ اسلامی شوریٰ کے انداز میں)، امت کے رہنما و سربراہ سے سیاسی وفاداری اور ساتھ ساتھ روحانی جذبہ بھی خاص طور پر کارفرما تھا۔ ابتدائی مسلمان حکمرانوں کے لیے نمائندہ کی تعبیر پر مبنی استعمال ہونے والا لقب خليفة کثیر الجہت ضمنی مفاہیم کو بھی سموئے ہوئے ہے، جس میں امت کی سیاسی اور مذہبی ذمہ داریوں کو سرانجام دینا بھی شامل ہے۔ تاریخی طور پر اس کو مختلف شکلوں اور کئی مقاصد کے لیے اسلامی دنیا کے گوناگوں حصوں میں استعمال کیا گیا ہے، مثلاً يمين خليفة الله (اللہ کے نائب کا دایاں ہاتھ)، بنگال کے کیکاؤس شاہ کے لیے اپنائے گئے لقب (جو اُس کے عہد کے چار دستیاب کتبوں کے علاوہ) بِہار کے ضلع مونگیر میں لکھی سرائے میں ایک جامع مسجد کے کتبے بتاریخ ۶۹۷ھ /۱۲۹۷ء میں آیا ہے۔ يمين خليفة الله کے لقب کو اختیار کر کے حکمران اسلامی دنیا کی خلافتی طاقت سے اپنی علامتی وفاداری، کم از کم روحانی معنی میں، ظاہر کر سکتا تھا۔ أمیر اور خليفة الله على الكونين (تمام مخلوق کردہ اشیا پر اللہ کا نائب) جیسے القاب سلاطینِ دہلی اور مصر کے عباسی خلفا جیسے حکمرانوں کے

۱۲- الحجرات :۱۱

بالمقابل بنگال کے مسلمان حکمرانوں کی حیثیت کی وضاحت کے لیے سلطان جلال الدین محمد(بنگال کے ایک مقامی حکمران)کے زمانے کے دو مختلف کتبات بتاریخ ۸۳۵ھ / ۱۴۳۲ء اور ۸۳۶ھ / ۱۴۳۳ء میں آئے ہیں۔ لفظ خلیفہ معمول سے ہٹ کر موجودہ ایام میں بنگال کی بازاری ثقافت میں درزی (خیاط) کے لیے استعمال ہوتا ہے، جو اس کے اصل معنی سے بہت ناگوار انحراف ہے۔ بنگال کے دو ابتدائی مسلمان حکمرانوں، غیاث الدین عوض اور ابوالفتح طغرل، نے بغداد میں عباسی خلفا سے اپنی مذہبی وفاداری کے اظہار کی کوشش میں برھان أمیر المؤمنین کا لقب اپنایا۔ سلطنتِ بنگال کے تخت کا ادعا کرنے والوں کے مابین اقتدار کی جنگ کے باوجود تخت کے کسی مشتاق یا حکمرانوں میں سے کسی نے کبھی خلیفہ یا امیر المؤمنین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا؛ کیونکہ مسلمان اکثریت کی جانب سے اس دعوے کا مفہوم امت کے تصور میں نفاست سے پیوست عالمی مسلم اتحاد کی روح سے غداری کا لیا جاتا۔

دوسری جانب اموی بادشاہوں کی اکثریت نے ملک (بادشاہ) کا لقب استعمال کیا جس سے ان کی ہوسِ جاہ، رعب و دبدبہ، شان و شوکت اور سیاسی اثر پذیری کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے کم و بیش ہم پلہ فارسی لقب شاہ کا وسیع استعمال بعض اوقات مختلف مرکب اشکال جیسے بادشاہ یا پادشاہ (دو الفاظ پر مشتمل: 'پاد' معنی تخت اور 'شاہ' معنی آقا) پرانے زمانے کے ایک مشہور فارسی شہنشاہی لقب کے طور پر مسلمانوں کے ہاں متعدد جنوب ایشیائی زبانوں میں مستعمل ہے۔ یہ لقب گویا بادشاہت کے لیے استعمال ہوتا ہے جو جنوبی ایشیا کے پڑوسی علاقوں کی زبانوں کے علاوہ مقامی زبانوں یعنی بنگالی، ہندی اور اُردو کے ذخیرۂ الفاظ کا حصہ بن گیا ہے۔ مثلاً آخری افغان بادشاہ ظاہر شاہ کو ۱۹۷۳ء میں ان کی معزولی تک بادشاہ کہا جاتا تھا۔ بھارت میں تمام مغل شہنشاہوں کے استعمال میں رہنے والا یہ لقب چند سلاطینی کتبات کے علاوہ بنگال میں مغل دور کے کتبات میں بکثرت آیا ہے۔

عباسیوں کو اقتدار کی منتقلی کے ساتھ ہی رسمی اور باضابطہ القاب میں اچانک اضافہ ہوا، گویا کہ یہ مقتدر طبقہ کی طاقت اور شان و شوکت کے اظہار کا سب سے اہم ذریعہ بن گیا ہو۔ اس مدت کے دوران القاب کی تشکیل میں فارسی اثر کا بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اس نئے ابھرتی ہوئی ثقافتی ماحول میں لقب ایک مثبت پہلو سے عرفی نام کی تعبیر کے لیے مشہور ہوا، تاہم اس حقیقت کے باوجود کچھ دوسرے الفاظ (جیسے نعت) بھی کم و بیش لقب کے ہی مفہوم کو پیش کرنے کے لیے استعمال ہوتے رہے۔

اسلامی القاب بنگال کے ہوں یا کسی اور علاقے کے ہمیں کسی حد تک ان کے بالواسطہ یا بلاواسطہ مخرج کا سراغ، القاب کے اندر بھی مل سکتا ہے، جو مرکزی اسلامی دنیا بالخصوص عباسی دارالخلافہ یعنی بغداد میں اسلام کے ابتدائی دور میں ظاہر ہوئے۔ علاوہ ازیں نو مفتوحہ علاقوں میں القاب کی وضع میں رجحانات کی ترتیب و تشکیل میں قریبی جغرافیائی موجودگی اور ساتھ ساتھ سیاسی و ثقافتی روابط نے ہمیشہ ایک اہم کردار ادا کیا۔ بنگال میں ابتدائی القاب جہاں دہلی میں اپنے ہم منصب

افراد کے القاب سے مماثلت رکھتے تھے، وہاں دہلی میں ابتدائی حکمرانوں کے القاب پر خراسان (اور زیادہ واضح طور پر افغانستان) کے دارالخلافہ غزنہ میں القاب کی ایجاد و اختراع میں قائم شدہ اسلوب سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اعزازی لقب حافظ بلاد الله (خدا کی زمینوں کا محافظ)، جو اصلاً عباسی خلیفہ القادر باللہ کی جانب سے سلطان مسعود بن محمود غزنوی کو قریباً سنہ ۴۲۱ھ / ۱۰۳۰ء میں اسلامی مشرق میں اس کے اقتدار کو مستحسن بنانے کے لیے دیا گیا تھا، انتہائی مشرق کی جانب سفر کر کے بالآخر بنگال تک پہنچا۔ نتیجتاً چند صدیوں بعد یہ لقب سلطان نصرت شاہ کے عہد میں سلطنتِ بنگال کے ایک اُمیدوار یعنی اُس کے بھائی ابوالمظفر محمود شاہ کے لیے بظاہر اس کے اعلامیہ میں ۹۳۴ھ / ۱۵۲۸ء میں استعمال ہوا تا کہ تخت پر حکمرانی کے دعوے پر ایک درجہ برتری پا سکے۔

اسلام روایتی طور پر مسلمانوں کی زندگیوں اور اسلامی معاشروں میں دیگر مذہبی روایات کے بالمقابل بہت وسیع اور مضبوط کردار ادا کرتا ہے۔ اسی لیے تاریخی تناظر میں اسلامی القاب میں مذہبی جوش و جذبہ پنہاں دکھائی دیتا ہے۔ اس رجحان کی ایک عمدہ مثال القاب کی خاصی بڑی تعداد میں اور بنگال میں مستعمل ناموں میں لاحقے کے طور پر لفظ اسلام کی علامتی موجودگی میں ملتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رجحان ہمیں اس دور میں علاقے میں رائج مذہبی تحریکوں کو سمجھنے میں مدد کرتا ہے۔ مثال کے طور پر عبارت اثنا عشرية (بارہ اماموں کے پیروکار) کے الفاظ ہمیں ایک خاص زمان و مکاں میں مروّج خاص گروہی تشکیل کے فہم میں مدد دیتا ہے۔ ایک مثال سے سمجھنے کے لیے لقب مروّج مذهب أئمة اثناء عشر (بارہ اماموں کے مذہب کو رائج کرنے والا) جو راجشاہی میں شاہ مخدوم درگاہ پر ایک کتبہ بتاریخ ۱۰۴۵ھ (۱۶۳۴ء) میں مذکور ہے، واضح انداز میں آل نبیؐ سے چلنے والے بارہ اماموں کی پیروی کرنے والے سب سے بڑے شیعہ فرقے کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ اس کے کاتب علی قلی بیگ (ایرانی اصل شیعہ اشرافیہ کے ایک فرد) نے اس وقت کے شاہجہان کی حکمران طاقت کے بجائے شاہ عباس صفوی الحسینی سے اپنی وفاداری کے اظہار میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی؛ جبکہ وہ ایران سے کافی دور ایک ایسے علاقے میں رہائش و گزر اوقات اختیار کیے ہوئے تھا جو مغل انتظامیہ کے تحت چل رہا تھا۔ لفظ امام نبی ﷺ کے کئی فرمودات میں ایک اسلامی معاشرے کے رہنما کے لیے آیا ہے۔ شیعی روایت میں یہ اصطلاح ایک مرکزی مذہبی مقام رکھتی ہے۔ نتیجتاً اس لقب میں گہرے روحانی اور سیاسی پہلو پائے جاتے ہیں کیونکہ امامِ وقت و برحق کو خدائی سرپرستی اور ولایت (ولاية الفقيه) بھی حاصل ہوتی ہے؛ تاہم اسلامی دنیا میں عام طور پر امام وہ شخص سمجھا جاتا ہے جس کو معاشرے کی طرف سے یومیہ نمازوں کی امامت کرنے کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے۔ جس طرح شیعہ اجتماعات کے اندر ان کی مذہبی شخصیات کے لیے خاص القاب (مثلاً آیت اللہ) ہوتے ہیں اسی طرح سنّیوں کے یہاں بھی مذہبی علما کے لیے مولانا وغیرہ جیسے القاب جنوبی ایشیا میں بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔ ازروئے تاریخ مولانا کا لفظ شمالی افریقہ میں زیادہ تر حکمرانوں کے لیے یا پھر حکمران طبقہ میں معززین کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

بنگال میں دوہار اور بورار چار سے دو کتبات بتاریخ ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ء میں "حاجی" کا لقب ہمیں جزیرہ نمائے عرب کے ساتھ بنگالی مسلمانوں کی مذہبی اور ثقافتی روابط کی مضبوط کڑیوں کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ عجز و انکسار کا اظہار کرنے والی اکثر تراکیب کا مقصد جس طرح افسر شاہی نظام میں ملقب افراد کے آقاؤں کو خوش کرنا ہوتا تھا، وہاں ان سے خدائے باری تعالیٰ کے سامنے اپنے عجز و نیاز کا اظہار بھی مقصود ہوتا تھا، جیسے بِہار شریف میں حاتم خان کے محل سے ایک مسجد کے کتبے بتاریخ ۷۱۵ھ / ۱۳۱۵ء میں حاجی بہرام ہتگین کے لیے أحقر الخلائق کا لقب استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ بنگال میں نور قطب العالم کے تدفینی کتبے سے ظاہر ہے، مذہبی شخصیات بطور مثال اپنے ذاتی القاب رکھتی تھیں جو اُن کے علمی اور روحانی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔[۱۳]

۱۳- عربی میں کتبے کا اصل متن

سطر نمبر۱- قال الله تعالى: كل نفس ذائقة الموت، وقال الله تعالى: [فـ] ـإذا جا[ء] أجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون قال الله تعالى كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذو الجلال والإكرام وانتقل

سطر نمبر۲- مخدومنا العلامة استاد<أستاذ>الأئمة برهان الأمة شمس الملة حجة الإسلام والمسلمين نافع الفقراء والمساكين مرشد الواصلين والمسترشدين من دار الفناء إلى دار البقاء الثامن والعشرين من ذي الحجة في يوم الاثنين

سطر نمبر ۳- وكان ذلك من السنة الثالث <الثالثة> والستين وثمانمائة في عهد {الـ} سلطان السلاطين حامي بلاد أهل الإسلام والمسلمين ناصر الدنيا والدين أبو <أبي> المظفر محمود شاه سلطان صانه الله بالأمن والأمان وبنى هذا <هذه> الروضة خانا لأعظم لطيف خان سلمه من البليات والآفات

ترجمہ:

سطر نمبرا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا"ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا پڑے گا"۔ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:"جب وہ گھڑی آپہنچتی ہے تو نہ ایک لمحے کی تاخیر ہو سکتی ہے نہ تقدیم"۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:"جو کچھ روئے زمین پر ہے فنا ہو جائے گا اور باقی صرف تیرے ربِ ذوالجلال والاکرام کی ذات رہے گی"۔

سطر نمبر ۲: ہمارا آقا... عظیم عالم، اماموں کا استاد، امت کا ہادی، قوم کا سورج، اسلام اور مسلمانوں کی حجت، فقرا اور مساکین کو نفع پہنچانے والا، سیدھے راستے کے متلاشیوں اور واصلین کو راہ دکھانے والا...دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گیا ہے، ذوالحجہ کی اٹھائیس بروز پیر

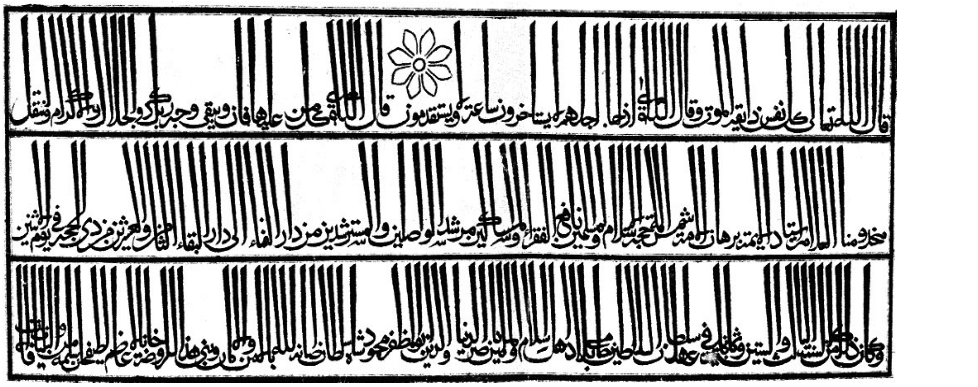

پلیٹ: حضرت پنڈوہ میں نور قطب العالم کے مزار پر ایک تدفینی کتبہ بتاریخ ۸۶۳ھ / ۱۴۵۹ء
(شیخ کے لیے استعمال ہونے والے سات القاب میں سے ہر ایک ہی نہایت دلفریب ہے۔)

تاج پوشی کی تقریب کے موقع پر خصوصی طور پر وضع کیے جانے والے القاب، عموماً لقب الجلوس علی العرش (عربی سے زیادہ فارسی مفہوم کے قریب) کے نام سے معروف، ہمیں نئے حاکم کے مزاج کے متعلق اہم اشارے دیتے ہیں۔ جنوبی ایشیا میں القاب کے عموماً دو حصے ہوتے تھے؛ ان کا ابتدائی حصہ سرکاری شاہی لقب سے شروع ہوتا تھا جس کے آخر میں دو الفاظ الدین والدنیا اپنے ماقبل ایک صفت (جیسے علاء، غیاث، جلال، ناصر، سیف، شمس، شہاب وغیرہ) کے ساتھ مرکب (عموما مرکبِ اضافی) کی شکل میں موجود ہوتے تھے۔ حرف عطف سے جوڑے گئے یہ دو الفاظ آخر میں سجع کا سا تاثر پیدا کرکے لقب میں ایک ہم آہنگ عبارت کو مزید منظوم اور دلآویز بنا دیتے تھے۔ دین اور دنیا کے الفاظ کا ایک لقب میں یکجا ہونا اُن دنوں میں تخت کے چاہنے والوں یا مسلمان حکمرانوں کے مقاصد اور اقتدار کے کھیل کے لیے عین مناسب و موزوں ٹھہرا۔ الدین والدنیا کا اندازِ لقب جس طرح سلاطین بنگال میں انتہائی مقبول ہوا، اسی طرح دیگر اسلامی خطوں میں بھی مختلف ادوار میں ہم اِن تراکیب کا مشاہدہ کرتے ہیں، مثلاً مصر میں ایوبی اور مملوک ادوار میں، ان دونوں الفاظ کا استعمال اس حد تک تھا کہ اسلامی تاریخ میں ایسے القاب کی کم و بیش دو سو مختلف اقسام ڈھونڈی جا سکتی ہیں۔ عام طور پر

سطر نمبر ۳: اور یہ سنہ آٹھ سو تریسٹھ [۲۵ اکتوبر ۱۴۵۹ء] میں ہوا، بعہد سلطان السلاطین، حامی بلاد اہل الاسلام والمسلمین (اسلام اور مسلمانوں کی زمینوں کے محافظ)، ناصر الدنیا والدین ابوالمظفر محمود شاہ السلطان۔ اللہ سلامتی اور حفاظت سے اس کی پشت پناہی کرے۔ عظیم خان لطیف خان نے اس مقبرے کو تعمیر کیا؛ اللہ اس کو آفات و بلیات سے محفوظ رکھے۔

ہر حاکم اپنا خاص شاہی لقب تشکیل دیتا تھا جو وقت اور حالات، اس کے ذاتی رجحان، ریاستی حکمت عملی اور بالخصوص اس خاص پیغام کی عکاسی کرتا تھا جو وہ اپنے لقب سے پہنچانا جاتا تھا۔ اس لقب کے بعد ایک سرکاری مفرد کنیت آتی تھی جو "ابو" کے لفظ کے ساتھ ایک صفاتی لفظ جیسے الفتح، النصر یا المجاهد وغیرہ پر مشتمل ہوتی تھی۔ تاہم بنگال میں مشہور ترین کنیت أبو المظفر (فاتح) رہی کیونکہ یہ دنیاوی زندگی کے ساتھ ساتھ روحانی زندگی میں بھی فتح و کامرانی کی علامت تھی۔ روایتی طور پر ایک حکمران الدنیا والدین پر مشتمل صرف ایک شاہی لقب اختیار کرتا تھا اور اسی طرح صرف ایک کنیت، جو اس کے عرصۂ حیات میں تبدیل نہیں ہوتی تھی۔ ان شاہی القاب کا مقصد طاقت، وجاہت، اثر و رسوخ اور حکمران کی قابلیت کا ابلاغ تھا۔

اپنے مذہبی ضمنی مفہوم کے باعث لفظ 'دین' پر مشتمل القاب صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص تھے۔ البتہ لفظ دولة پر مشتمل القاب سے غیر مسلموں کو کبھی کبھار نوازا جاتا تھا، البتہ بنگال میں شاذ و نادر ہی ہمیں ایسے القاب مثال کے طور پر معظم الدولة ملتے ہیں جن میں لفظ دولة (یعنی ریاست) استعمال ہوا۔ متاخر عباسی حکمرانوں کے عہد میں دولة کے القاب عام طور پر ترکی فوجی سالارِ اعظم کے لیے مخصوص کیے گئے تھے، چاہے وہ غیر مستحق کیوں نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر نظام الملک نے غیر مستحق افراد کو ایسے القاب سے نوازے جانے کی لایعنیت کے باعث تنقید کی۔ عمیق سیاسی رنگ میں رنگے مذہبی نقطۂ نظر کے ساتھ شیعہ حکمران منتظمین کو بعض اوقات دولة کے اعزازی القاب نے بہت لبھایا، جبکہ 'دین' کے لفظ پر مشتمل (اگرچہ دولة یا دنیا کے لفظ کے ساتھ اکثر مرکب شکل میں) لقب نے سنّی دنیا میں زیادہ شہرت حاصل کی۔ یہ جذبہ قوۃ الاسلام (زیادہ صحیح لفظ قبۃ الاسلام) مسجد میں قطب الدین ایبک (اور بعد ازاں اس کے جانشین شمس الدین التتمش) کے زیر استعمال رہنے والے چند القاب میں گونجتا ہے۔ ماضی میں اپنے اصلی آقاؤں (بالفاظ دیگر سلاطینِ دہلی) کے ساتھ مضبوط تعلقات کے ساتھ ساتھ ایک ترکی و افغانی (خراسانی) پس منظر کے ساتھ ابتدائی بنگالی مسلم حکمران زندگی کے ہر شعبے، بشمول توضیع القاب، میں شمالی بھارت میں اپنے ہم منصبوں سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ اس کی گونج بنگال کے تیسرے خلجی حکمران سلطان علی مردان (۶۰۷-۶۱۰ھ / ۱۲۱۰-۱۲۱۳ء) کے عہد سے متعلق بنگال کے انتہائی اولین کتبے پر موجود القاب میں سنائی دیتی ہے جہاں اس کو علاء الدين والدنيا کہہ کر پکارا گیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ لفظ 'دین' بنگال کے اس قدیم ترین کتبے میں استثنائی طور پر لفظ 'دنیا' سے پہلے استعمال ہوا ہے، جس سے غالباً اسلام کی آمد کے ساتھ اس علاقے میں آنے والی تاریخی تبدیلی کو نمایاں کرنا مقصود تھا۔ چند ابتدائی اسلامی القاب میں ہمیں لفظ 'دنیا' سے پہلے 'دین' کا استعمال نظر آتا ہے جو علامتی طور پر دنیاوی امور پر مذہب کی ترجیح کا اشارہ ہے۔ یہ ترتیب بغداد اور اُن علاقوں میں استعمال ہونے والے کچھ القاب میں آسانی سے نظر آتی ہے، جو ابتدائی عباسی خلافت سے انتہائی متاثر تھے؛ تاہم

ہم دیکھتے ہیں کہ بنگال میں بعد کے آنے والے کم و بیش تمام کتبات میں 'دنیا' لفظ 'دین' سے پہلے رکھا گیا ہے۔ شاید حقیقی دنیا میں چیزوں کی قدرتی ترتیب ذہن میں رکھتے ہوئے ایسا کیا گیا ہو جیسا کہ دنیا (حالیہ دنیاوی زندگی) کو دین کے لیے ایک کھیتی (عربی کے ایک برگزیدہ قول کے مطابق المزرعة) شمار کیا جاتا ہے جس کا منتہاو مقصود آخرت ہے۔ لیکن مجموعی طور پر انسانی وجود کی یہ دو اہم کڑیاں (یعنی دین اور دنیا) اس دنیاوی زندگی میں باہم مربوط و مخلوط شمار کی جاتی تھیں۔[۱۴] علما، صوفیا اور دیگر کئی مذہبی شخصیات کے لیے بھی روایتی مذہبی القاب میں لفظ 'دین' کے استعمال کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ سلطان سکندر شاہ (۷۵۸-۷۹۵ھ / ۱۳۵۲-۱۳۹۳ء، بنگال میں الیاس شاہی خاندان کے دوسرے حکمران) کے کسی بھی لقب میں الدنیا والدین کی مشہور عبارت موجود نہیں ہے، بلکہ اس کی کنیت أبو المجاهد (جنگجو کا باپ) زیادہ واضح اور صاف ہے، جو پنڈوہ میں ادینہ مسجد میں ایک کتبہ بتاریخ ۷۶۵ھ / ۱۳۶۳ء میں آئی ہے۔ یہ کنیت محمود شاہ اور باربک شاہ کے لیے بھی چند ایک کتبات میں آئی ہے۔ لقب میں جہاد کے اشارے سے سکندر شاہ غالباً یہ پیغام پہنچانا چاہتا تھا کہ بنگال جیسے دور دراز علاقے میں اس مسلم سلطنت کا بتدریج قیام صرف اور صرف جہاد کے طویل عمل کے نتیجے میں ممکن ہو سکا۔ جہاد کو بعض اوقات طاغوت کے خلاف ایک مقدس جدوجہد اور ساتھ ہی ساتھ اللہ کی راہ میں کی جانے والی سعی شمار کیا جاتا ہے۔ بنابریں ایک لقب میں اس کی شمولیت نے ایک مسلمان حکمران کے لیے مہماتی اعلامیے جیسا کام کیا جس نے اس کے استحقاق کو دوچند کر دیا۔ اس کے کئی حوالے قرآن میں موجود ہیں جیسے سورۃ التوبۃ کی آیت (۹: ۲۰-۲۲) جہاد کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ ہمیں جہاد سے وابستہ دیگر مختلف القاب بھی ملتے ہیں جیسے کہ المجاهد (دین کی راہ کا سپاہی) ایک خزانہ کے کتبہ بتاریخ ۷۲۲ھ / ۱۳۲۲ء میں بہادر شاہ کے لیے آیا ہے۔ المجاهد في سبيل الله المنان (المنان کی صفت والے اللہ کی راہ کا مجاہد) کا لقب ۹۰۷ھ / ۱۵۰۲ء کی تاریخ کے ایک کتبہ برائے مدرسہ میں اور المجاهد في سبيل الرحمٰن (رحمٰن کی راہ کا مجاہد) بنگال کے بَاڑا نامی ایک گاؤں میں ایک مسجد کے کتبہ بتاریخ ۸۵۴ھ / ۱۴۵۰ء میں آیا ہے۔

مذہبی جوش و جذبے سے بھرپور القاب مثلاً المجاهد في سبيل الله المنان [المنان رب کی راہ کا مجاہد]، محي السنة [نبیؐ کی سنتوں کا احیا کرنے والا] اپنے اندر ایک مسیحا کی پکار کا اثر رکھتے تھے، جس نے حکمرانوں کی حکومت کے جواز کو سرحدوں پر بڑھانے میں مدد دی۔ ایک لقب میں لفظ دین کی شمولیت مثلاً ناصر الدنيا والدين نے بھی یہی کام سرانجام دیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس طرح کے القاب نخوت زدہ اور اکثر بغاوت پر مائل 'امیروں' اور 'گورنروں' نے بھی

۱۴- Bosworth, "Lakab," ۵:۶۲۳

اپنائے[۱۵] جس کی مثالیں بنگال میں جگہ جگہ ملتی رہتی ہیں۔ مثال کے طور پر ۷۲۲-۷۳۳ھ / ۱۳۲۲-۱۳۳۳ء کے دور میں حکمرانی کرنے والے بہادر شاہ کے عہد کے ایک کتبہ میں اس قسم کے القاب دیکھے جا سکتے ہیں۔ کتبہ میں موجود چودہ القاب میں سے اکثر جیسے المجاهد، المرابط [سرحدی علاقے میں پیش رفت کرنے والا محافظ] اور الغازي اُس کو اسلامی سرحدی علاقے میں مذہب وعقیدے کے حامی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔[۱۶] اناطولیہ میں سلجوقوں نے، مصر میں مملوکوں

---

۱۵ - Ibid., ۲۲۸

۱۶ - عربی میں کتبہ کا اصل متن

بالائی تختی — بسم الله الرحمن الرحيم لا إله إلا الله محمد رسول الله

سطر نمبر ۱: هذا مال الملك الكبير الكريم المؤيد المظفر المنصور المجاهد المرابط الغازي

سطر نمبر ۲: مصرف الدولة والدين أسد الإسلام والمسلمين أبو الملوك والسلاطين المعروف

زیریں تختی — سطر نمبر ۱: بإيثار حب السلطاني أدام الله إقباله في عهد نوبت السلطان الأعظم غياث الدنيا والدين أبو المظفر بهادر شاه السلطان [بن] السلطان صمد الله قوانين مملكته ومهد براهين

سطر نمبر ۲: سلطنته شهور سنة اثني عشرين وسبعمائة بناء صحيحا لوجه الله تعالى تقبل الله منه بخط العبد الضعيف محمد بن محمد بن أحمد غفر الله أجمعين

ترجمہ:

بالائی تختی — شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے ، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

سطر نمبر ۱: یہ خزانہ (مال) الملک الکبیر الکریم المؤید المظفر المنصور المجاہدالمرابط الغازی کی ملکیت ہے۔

سطر نمبر ۲: جو کہ حکومت اور دین کے خزانچی (مالیتی سربراہ) ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے ---- ہیں۔ یہ بادشاہوں اور سلطانوں کے لیے والد کی حیثیت رکھتے ہیں اور معروف ہیں

زیریں تختی — سطر نمبر ۱: ایثار اور سلطان سے سچی لگاؤ کے لیے ۔اللہ ان کا اقبال قائم رکھے ۔بعہد سلطان اعظم غیاث الدنیا والدین ابو المظفر بہادر شاہ سلطان بن سلطان،اللہ ان کے مملکت کی قوانین کو قائم رکھے، نیز نشانیوں کو برقرار رکھے

نے، یمن میں رسولی حکمرانوں نے اور شام میں چند سرکش اور بے باک امیروں نے ایسے ہی القاب کا استعمال کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر حکمران ایوبیوں اور مملوکوں کے درباری اطوار سے متأثر تھے۔

پلیٹ: بعہد سلطان بہادر شاہ بتاریخ ۷۲۲ھ / ۱۳۲۲ء خطِ مسلسل میں ایک خزانے کی عمارت کا کتبہ جو گوڑ سے قریباً دس میل جنوب مشرق میں وزیر بیلڈ نگا کے گاؤں میں دریافت ہوا جو کہ متنوع اسلامی القاب کی ایک بھرپور تاریخی یادداشت معلوم ہوتا ہے۔

طاقت اور اقتدار کے متمنی افراد کے لیے سب سے زیادہ تلاش کیے جانے والے القاب میں سے ایک سلطان (بادشاہ) کا لقب تھا۔ سلطة سے مشتق اس لفظ کے لغوی معنی اقتدار، طاقت اور حکومت وغیرہ کے ہیں۔[۱۷] تمام اسلامی دنیا میں تاریخِ اسلام کے حکمرانوں اور بادشاہوں کے لیے کثیر الاستعمال القاب میں سے یہ لقب بنگال میں سلاطینی دور میں مشہور ترین شاہی لقب بن گیا، جو مغلیہ دور سے پہلے کے دو سو سے زائد کتبات میں آیا ہے۔ اس کی ایک دلچسپ مثال بنگال کے تیسرے مسلمان حکمران علاء الدین علی مردان کی ہوگی جس نے اپنے سلطان ہونے کا اعلان کیا (جیسا کہ بنگال کے پہلے اسلامی کتبے سے واضح ہے)۔ وہ بنگال کا پہلا حکمران تھا جس نے سلطان کا لقب استعمال کیا، اپنے نام کے سکے جاری کیے اور ایک خودمختار حکمران کی طرح عملداری قائم کی۔ تاہم بہت عمدگی کے ساتھ اس نے دہلی میں کچھ پہلے ہی قائم ہونے والی مرکزی حکومت کے ساتھ ہر قسم کی آویزش سے گریز کیا۔ رکن الدنیا والدین کیکاؤس شاہ کے عہد میں ۶۹۰ھ / ۱۲۹۰ء میں شروع ہونے والا (مثلاً دیکھیے بہار میں بیگو سرائے کے قریب مہیشوارا سے ایک قلعہ کا کتبہ بتاریخ ۶۹۲ھ / ۱۲۹۳ء) یہ لقب بنگال

سطر نمبر ۲: ان کی سلطنت کی، سنہ سات سو بائیس کے مہینوں میں خالص اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ تعالیٰ ان کی یہ سعی قبول فرمائے۔ یہ (کتبہ) محمد بن محمد بن احمد کے خط سے لکھا گیا۔ اللہ اس کے تمام گناہوں کو بخش دے۔

۱۷ - مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: جوہری، **الصحاح تاج اللغة و صحاح العربية**، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ، جلد ۳ و ۵

کے اکثر کتبات میں آنا شروع ہو گیا، یہاں تک کہ مغلوں کی آمد ہوئی، جنہوں نے سلطان پر بادشاہ کے لقب کو فوقیت دی۔ روایتی طور پر باپ سے وراثت میں تخت پانے والوں کے لیے ایک اضافی لقب السلطان لکھا جاتا اور بعض اوقات (دادا کے بھی بادشاہ ہونے کی صورت میں) السلطان ابن السلطان ابن السلطان استعمال ہوتا اور اسی طرح یہ سلسلہ بسا اوقات چلتا چلا جاتا تاکہ اپنی بادشاہت کے تسلسل جواز میں اضافہ کیا جا سکے۔

ایک دلچسپ امر بعض اوقات کسی خاص موقع پر کسی مخصوص پیغام کے حامل غیر معمولی القاب کی تخلیق کا میلان ہے۔ اس کی ایک اچھی مثال "فاتح کامروپ وکامتہ بعون اللہ المنان" (اللہ، جو مہربان ہے، کی مدد سے کامروپ اور کامتہ کا فاتح) ہوگی جو اصلاً بنگلہ دیش میں ضلع رنگ پور میں پیر گنج پولیس سٹیشن میں کانتادوار کے گاؤں میں ایک خستہ حال قلعہ کے قریب واقع نامعلوم سلاطینی مسجد سے تعلق رکھنے والے ایک کتبے میں سلطان حسین شاہ کے لیے استعمال ہوا۔ اس کتبے کے مقامِ دریافت کی کامروپ اور کامتہ سے جغرافیائی نزدیکی کے باعث یہ لقب، جس میں کامروپ اور کامتہ کی فتح کا اظہار کیا گیا ہے، لازماً ان دو جاگیر دار ریاستوں کے خلاف اُس کی جنگی مہم سے واپسی پر کندہ کیا گیا ہو گا۔ اب تک دریافت ہونے والے تقریباً ایک سو حسین شاہی کتبات میں صرف دو کتبات اس لقب کے (اپنے مخصوص پیغام اور عبارت کے ساتھ) پچاس کے قریب مختلف القاب کی لمبی فہرست میں مل سکتے ہیں۔

حسین شاہ کے اکثر کتبات میں ہمیں ایک قسم کے خاندانی القاب بالفاظ دیگر سید اور الحسینی کے استعمال کرنے کا رجحان ملتا ہے، جس کا مقصد بظاہر مسلمان عوام کی حمایت حاصل کرنا معلوم ہوتا ہے۔ بطور صفت مستعمل عربی کا ایک مشہور لفظ 'سید' آقا یا شریف الاصل شخص کے مختلف معنوں کے اظہار کے علاوہ بحیثیت لقب اکثر نبیؐ کے خانوادے سے روحانی رابطے کا بھی مظہر ہوتا ہے۔ تاہم زیادہ محدود معنی میں یہ لقب اسلامی دنیا میں نبیؐ کی بیٹی فاطمہؓ کے ساتھ اپنے خاندانی نسب کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ 'الحسینی' دوسری جانب، حسین شاہ کے ہاتھوں اس لیے استعمال کیا گیا تاکہ اپنے جدی پشتی سلسلہ نسب کو حضرت حسین (نواسۂ رسول ﷺ) اور اُن کی آل کے ساتھ ملنے کا اظہار کیا جا سکے۔

اسلام سے قبل بھی اگرچہ عربی زبان میں دعاؤں کا استعمال روزمرہ استعمال کی ایک باقاعدہ خصوصیت تھا، تاہم ناموں کے ساتھ بھی دعائیہ کلمات کا کثرت سے استعمال عباسی عہد کے دوران ظاہر ہونا شروع ہو گیا۔ اس روایت نے وقت کے ساتھ ساتھ اسلامی دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی رواج پانا شروع کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ اِن دعاؤں کی دیوان الإنشاء کی جانب سے صحیح ترتیب و تشکیل کی گئی بالفاظ دیگر مستحق افراد کے حسب حال ان کلمات کی لمبائی اور نوعیت وغیرہ

کا تعین کیا گیا۔(۱۸) اکثر و بیشتر یہ کلمات پر خلوص نیک تمناؤں کی ایک روایت معلوم ہوتے ہیں، جس نے شاید تصلیہ و تسلیم (نبیؐ کے لیے سلامتی ورحمت کی دعا) سے اثر لیا ہو۔ بنگال کے کتبات میں بھی متعدد دعائیہ کلمات اور جملے کتبے کے متن کے آخر میں کثرت سے دیکھنے میں آتے ہیں، جو سلطان کی لمبی زندگی، خوشحالی اور حکومت کی طوالت کی نیک خواہشات پر مبنی ہوتے ہیں جیسے خلّد الله ملکه و سلطانه (اللہ اس کی سلطنت واقتدار کو ہیشگی عطا کرے)۔

القاب بلاشبہ دنیاے اسلام کی تاریخ و ثقافت کو سمجھنے کا ایک شاندار ذریعہ ہیں، جو مختلف علاقوں کے اسلامی کتبات میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ایک طرح سے مختلف اسلامی خطوں میں متنوع انداز میں ان کا پھیلاؤ اسلام کی ایک فطری (اگرچہ خاموش) عالمگیریت کی طرف اشارہ کرتا ہے، جو ان علاقوں میں یورپی نوآبادیاتی طاقتوں کی یلغار سے قبل تک اپنے ابتدائی اور وسطی عہد میں اسلامی دنیا کے تمام تاریخی تجربات میں جلوہ گر رہا۔ انسان حقیقتاً ان وسیع علاقوں میں شاندار ثقافتی تسلسل کا مشاہدہ کر کے ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے، لیکن بایں ہمہ تاریخ کے ہر دور میں اسلامی دنیا کے علاقائی ثقافتی اظہار میں ایک عظیم تنوع بھی قائم رہا۔ خطۂ بنگال میں القاب کی ایک دلرُبا لمبی فہرست اس تاریخی و ثقافتی بیش بہا مواد کی ایک دلچسپ مثال ہے، جو اسلامی القاب ہمیں فراہم کرتے ہیں۔ امید کی جاسکتی ہے کہ یہ مطالعہ علما اور ودانشوروں کے وہاں اسلامی تاریخ کے اس شاندار پہلو کے متعلق مزید دلچسپی پیدا کرنے کا ذریعہ بنے گا۔

بنگال کے اسلامی کتبات میں وارد القاب کا مطالعہ

بنگال میں عربی و فارسی کتبات کے متن کی ایک اہم خصوصیت وہ کثیر القاب ہیں جو اس مدت میں اسلامی عمارتوں کے یادگاری کتبات میں استعمال ہوئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان القاب کا مطالعہ کتبات کے مطالعہ کی عملی اہمیت کی ایک اہم جہت کی طرف اشارہ کرتا ہے؛ کیونکہ یہ القاب کثیر تعداد میں تاریخی حقائق ہمارے سامنے لاتے ہیں۔ بنگال قدیم زمانے میں ایک وسیع و عریض ملک تھا، اس لیے اس میں قدیم اسلامی نقوش اور کتبات کی تعداد چار سو سے بھی تجاوز کر چکی ہے جو القاب کی ایک کثیر تعداد کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بالخصوص بنگال سے متعلقہ تاریخ اور آثارِ قدیمہ کے میدان میں مطالعہ کے لیے اس پر بحث کرنا ناگزیر ہے۔ یہ القاب ملک کے سیاسی، دینی، اقتصادی اور انتظامی حالات کے متعلق بیش بہا تاریخی معلومات مہیا کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں حاکمِ وقت کی سیاست کی طرف اشارہ، اس

۱۸ - الباشا، الألقاب الاسلامية، ص ۲۰؛ قلقشندی، ضوء الصبح المسفر و جنا الدوح المثمر، (مصر، ۱۹۰۶ء)، جلد۱، ص ۵۰؛ ابن یرافی، قانون ديوان الرسائل (مصر، ۱۹۰۵ء)، ص۱۳۸-۱۳۹

کی دینی عقیدت اور اس کی زندگی کے گوشوں پر ان کے اثرات، اس کی امیدوں اور عزائم کا پتہ دیتے ہیں اور بعض اوقات اس کی مملکت کے رقبے اور حدود میں توسیع کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔

مغلیہ دورِ حکومت سے قبل زیادہ تر القاب عربی زبان میں درج کیے جاتے تھے، لیکن مغلوں کی بنگال میں آمد کے بعد فارسی القاب کا استعمال بڑھ گیا جو مغلوں کے ساتھ آنے والے ایرانی ثقافت کے اثرات کا پتا دیتا ہے۔ ملک کی زمامِ اقتدار جب دہلی میں مغل شہنشاہ کے ہاتھ میں تھی اس وقت اس کے نام کو القاب کے ساتھ ذکر کرنا رسمی طور پر ضروری تھا، چاہے کتبہ ملک کی دور دراز حدود مثلاً بنگال تک ہی میں کیوں نہ لکھا جارہا ہو۔ اگر کتبہ سلطان کے نام اور کثیر القاب سے خالی ہوتا تو یہ اس علاقے میں اس سلطان کی حکومت کے عدم استحکام کی نشانی ہوتا۔ مملکتِ ہند اس زمانے میں کئی صوبوں میں منقسم تھی اور شہنشاہ ان کے گورنروں کے تقرر کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ اکثر شہنشاہ اپنے بیٹوں ہی میں سے گورنروں کا تقرر کرتے تھے، یہاں تک کہ شاہی خاندان کی حکومت دور دراز علاقوں میں بھی قائم ہو جاتی اور ان کی وفاداری کی ضمانت ہوتی، اس کے ساتھ ان کا تقرر مستقبل میں ملک کی حکمرانی سنبھالنے کے لیے ان کی تربیت کے ایک مرحلے کے طور پر بھی ہوتا تھا۔ اسی لیے شہنشاہ شاہجہان کے بیٹے امیر شاہ شجاع کو ایک طویل مدت کے لیے بنگال کا والی (گورنر) مقرر کیا گیا تھا۔ چونکہ اس کا تعلق شاہی خاندان سے تھا، اس لیے بنگال میں اس کے کتبات میں اس کو عالی شان القاب سے نوازا گیا ہے، جن میں سے اکثر دہلی کی مرکزی حکومت سنبھالنے کی اُس کی آرزو اور عزم کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کچھ امرا اور علاقوں کے گورنر اور شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے حاکم دارالحکومت دہلی میں رہنے کو ترجیح دیتے تھے کہ کہیں تخت سنبھالنے کا موقع اُن کے ہاتھ سے نکل نہ جائے، اور اسی لیے یہ حاکم نمائندہ کے طور پر اپنے نوابوں کو دور دراز علاقوں میں بھیجتے تاکہ وہ ان کے نائب کے طور پر وہاں حکومت کی دیکھ بھال کریں۔ مثال کے طور پر شہنشاہ شاہ جہاں نے اپنے سب سے بڑے بیٹے امیر داراشکوہ کو پنجاب اور اس کے ارد گرد کے علاقے کا امیر مقرر کیا لیکن وہ اپنے باپ کے ساتھ آگرہ میں ہی رہتا تھا اور اپنے نمائندوں کو ریاست کی حکمرانی کے لیے بھیجتا رہتا تھا۔

جبکہ دوسری جانب گورنروں کی ایک کثیر تعداد ایسی بھی تھی جو حکمران خاندان سے تعلق نہیں رکھتی تھی اور ان کا تقرر خالصتاً ان کی صلاحیت، علمی مقام اور انتظامی قابلیت کی بنا پر ہوتا تھا اور اکثر اوقات ان کی تعیین کی مدت تین سال سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ اس وجہ سے ان کے لیے مرکزی حکومت سے آزاد ہو کر انتظام و انصرام کرنے کا موقع نہ ہونے کے برابر ہوتا تھا۔ بعض اوقات کچھ خاص اسباب کی بنا پر تقرر کی مدت طویل بھی ہو جاتی تھی مثلاً شایستہ خان، جس کو حکمران خاندان کے ساتھ اچھے مراسم کی بنا پر بائیس سال کی طویل مدت تک بنگال کا امیر مقرر کیا گیا تھا۔

مغلیہ عہد کا مشاہدہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بنگال میں جو کتبات و نقوش پائے گئے وہ علاقے کے گورنروں، امرا، اور بڑے سرکاری عہدیداروں کے لیے کثیر القاب پر مشتمل ہیں، البتہ یہ القاب اس علاقے میں سلاطینی عہد میں استعمال ہونے والے کثیر القاب کی نسبت کم ہیں اور شاید یہ بات سلاطینی عہد میں موجود حکومتی وضع کی وجہ سے ہے جو مغلیہ دور سے

مختلف تھی، کیونکہ بنگال اس سے قبل ایک مستقل مملکت کی حیثیت رکھتا تھا جس پر مضبوط سلاطین حکومت کرتے تھے۔ اس کے بعد ایک زمانہ آیا جب یہ خطہ دہلی میں قائم مغل سلطنت کی ریاستوں میں سے ایک ریاست بن گیا جس کے نتیجہ میں سیاسی اور سماجی سرگرمیوں میں کمی آگئی اور یہ خطہ اپنی سابقہ شان گنوا بیٹھا جو ایک مستقل مملکت کی حیثیت سے اس کو حاصل تھی۔ اِس کا عکس القاب کی نوعیت میں بھی جھلکتا ہے جب یہ القاب افتخار اور شان و شوکت سے بھرپور الفاظ سے خالی ہونے لگے۔ یہ ایک قدرتی بات تھی کیونکہ امرا، گورنر اوراعلیٰ افسران، جن کا تقرر دہلی سے ہوا کرتا تھا، وہ اُن القاب سے اپنے آپ کو نہیں نواز سکتے تھے، جن کا استعمال آزاد اور خود مختار سلاطینِ بنگال کیا کرتے تھے۔ بلکہ اس عہد میں انہوں نے اپنے آپ کو ایسے القاب سے موسوم کیا جن میں تواضع اور انکسار پایا جاتا ہو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ القاب ہمارے سامنے اس عہد کی سیاسی، اجتماعی اور تاریخی معلومات کثرت سے پیش کرتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان کتبات میں وارد القابات کو ان کے مفاہیم و مقاصد کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

آفتاب عالمتاب: یہ فارسی کے القابِ اعزازیہ میں سے ہے جس کا مفہوم ہے: "دنیا پر سورج کی طرح روشن"۔ یہ لقب شاہجہان کے عہد میں ڈھاکہ کی بڑا کٹرا کی عمارت کے کتبہ میں آیا ہے۔ یہ کتبہ غیر مؤرخ ہے البتہ اس کا رسم الخط کافی حد تک اسی عمارت کے ایک اور کتبے بتاریخ ۱۰۵۵ھ / ۱۶۴۵ء سے مشابہ ہے۔

أبو الفتح: دہلی میں ایک مملوک سلطان مسعود شاہ کے عہد میں مشرقی ہندوستانی علاقوں بہار اور بنگال کے ایک نیم خود مختار حکمران طغرل السلطانی نے اس لقب کو ایک کتبہ بتاریخ ۷۱۵ھ / ۱۳۱۵ء میں اختیار کیا۔*

أبو المجاهد: یہ لقب سلطان سکندر شاہ بن الیاس شاہ کے لیے دیناجپور سے عطا شاہ درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۷۶۸ھ / ۱۳۶۳ء میں، نیز گوڑ میں ادینہ مسجد کے کتبہ بتاریخ ۷۷۶ھ / ۱۳۷۵ء میں استعمال ہوا ہے۔ یہ لقب بنگال میں پائے جانے والے کتبوں میں دس سے زیادہ کتبوں میں آیا ہے؛ کیونکہ اس خاص لقب سے بنگال کے سلاطین کے ایک گروہ کو ملقب کیا گیا۔ جہاد کو چونکہ اسلام کی چوٹی

---

* ابو کے لفظ سے مرکب القاب کئی اسلامی ممالک میں مختلف زمانوں میں استعمال ہوتے رہے ہیں، جیسے ابو المجاہد، ابو المظفر، ابو النصر اور ابو المعالی وغیرہ۔

تصور کیا جاتا ہے اور بنگال میں بعض رہنما اللہ کے راستے کے مجاہدین میں سے تھے، اس لیے بنگال کے اکثر کتبات میں جہادی القاب اور ان کی مختلف خوشنما اشکال آئی ہیں مثلاً المجاهد في سبیل الرحمٰن (رحمٰن کے راستے کا مجاہد)، المجاهد علی اعداء الله (اللہ کے دشمنوں کے خلاف لڑنے والا)،المجاهد في سبیل الله المنان (انتہائی فیاض اللہ کی راہ کا مجاہد) وغیرہ اور اس کے علاوہ المجاهد کا مفرد لفظ بغیر کسی اضافے کے بھی وارد ہوا ہے۔

أبو المظفر: المظفر عربی کے لفظ الظفر سے اسم مفعول ہے جس کے معنی مدد اور کامیابی کے ہیں، گویا المظفر، المنصور کے معنی میں بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ اپنے لفظی معنی کے علاوہ جنگ اور حرب کے معنی کو بھی شامل یہ لقب عام طور پر اس کو دیا جاتا ہے جس نے اپنے دشمنوں کے خلاف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد سے کئی فتوحات حاصل کی ہوں، اور شاید یہ لقب اس کے تقویٰ اور پاکیزہ اعمال کی طرف بھی اشارہ کرتا ہو۔ یہ لقب مختلف زمانوں میں پوری اسلامی دنیا میں متنوع تراکیب کے ساتھ استعمال ہوا ہے اور بنگال کے کتبات کے ساتھ ساتھ ابتدائی صدیوں ہی سے سلاطینِ دہلی کے کتبات میں بھی آیا ہے۔ شاید حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ لقب أبو المجاهد کے لقب کے ساتھ ایک کتبہ میں اکٹھا نہیں آیا۔ جیسے أبو المظفر کا لقب بنگال کے حاکم سلطان حسین شاہ کے لیے اکثر کتبات میں آیا ہے اور شیر پور مورچا کے کتبہ بتاریخ ۹۶۰ھ میں جلال شاہ بن محمد شاہ کے لیے وارد ہوا ہے۔ اسی طرح کالنا کے کتبہ بتاریخ ۹۶۷ھ / ۱۵۵۹ء میں سلطان بہادر شاہ پر اس لقب کا اطلاق کیا گیا ہے۔

أبو المعالي: شرف اور بلندی کے مفہوم رکھنے والے لفظ العلا یا العلاء کی جمع المعالي ہے اور أبو المعالي شاہی اعزازیہ القاب میں سے ہے۔ یہ لقب ترہوٹ میں ایک اعلیٰ سرکاری عہدیدار فیروز ایتگین کے لیے سلطان کیکاؤس شاہ کے عہد میں مہیشوارا کے کتبہ بتاریخ ۶۹۲ھ / ۱۲۹۳ء میں استعمال کیا گیا ہے۔

أبو المكارم: تاتار خان نے بنگال میں اپنے عہدِ حکومت (قریباً ۶۶۳-۶۶۶ھ / ۱۲۶۵-۱۲۶۸ء) میں اس لقب کو اختیار کیا جو کتبہ بتاریخ ۶۶۳ھ / ۱۲۶۵ء میں مذکور ہے۔

أبو النصر: النصر لغوی طور پر جیت اور کامیابی کو کہتے ہیں اور لقب أبو النصر کا معنی ہے "وہ شخص جو دشمنوں کے ساتھ جنگ میں فاتح ہو"۔ یہ اپنے معنی میں أبو المظفر کے لقب سے مختلف نہیں ہے جس کا استعمال سلاطینِ بنگال میں عام تھا۔ یہ لقب سلطان شمس الدین والدنیا مظفر شاہ کے لیے صرف دو سالوں میں یعنی ۸۹۶ھ / ۱۴۹۰ء سے ۸۹۸ھ / ۱۴۹۲ء کے درمیان چار کتبات میں استعمال ہوا ہے۔

أبو الملوک والسلاطین: بہادر شاہ کے لیے یہ لقب کتبہ وزیر بیلڈ نگا بتاریخ ۷۲۲ھ / ۱۳۲۲ء میں آیا ہے۔

ابن سید: اگرچہ بعض اوقات یہ لقب نبیؐ کے خاندان کے ساتھ روحانی تعلق کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن ایک محدود معنی میں صرف وہ شخص اس کو استعمال کرتا ہے جس کا سلسلۂ نسب نبی ﷺ کی آل سے ملتا ہو۔ اسی دوسرے مفہوم میں بنگال کے مشہور سلطان حسین شاہ نے یہ لقب اپنے اکثر کتبات میں استعمال کیا ہے، جیسا کہ کھیرول سے ایک مسجد کے کتبہ بتاریخ ۹۰۰ھ / ۱۴۹۵ء میں دیکھا جاسکتا ہے۔ سلطان باربک شاہ کے لیے بھی یہ لقب کتبہ میانہ در بتاریخ ۸۷۱ھ / ۱۴۶۶ء میں استعمال کیا گیا ہے۔

اتابک: یوسف شاہ کے عہد میں گوڑ کے کتبہ بتاریخ ۸۸۵ھ / ۱۴۸۱ء میں مرصاد خان کے لیے آیا ہے۔ یہ لقب دو الفاظ '**اتا**' یعنی 'باپ' اور '**بک**' یعنی 'رہنما یا امیر' کا مرکب ہے، اور یہ حوالہ ہے اس بات کا کہ اتابکیہ ترکمانوں کے قدیم رواج کا حصہ تھا جس کو سلاجقہ نے زندہ کیا، انہوں نے اپنی حکومت کی ابتدا میں اس کو استعمال کیا، جیسا کہ سلاجقہ کے ایک وزیر نظام الملک نے کیا۔ بنگال کے کتبات میں اس لقب کا استعمال اس وقت کے بنگال میں حکومتی شعبہ جات اور افواج میں ترکی عناصر کی موجودگی اور اسی طرح ثقافتی اور عسکری نفوذ کی بڑھوتری کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

الأجلّ: الأجلّ لغوی طور پر جلیل کا اسم تفضیل ہے جس کے معنی 'عظیم' کے ہیں اور اس کا استعمال عالم اسلام میں عام ہے۔ یہ لقب ظفر خان کے لیے سلطان فیروز شاہ کے عہد میں تریبینی کے مقام سے ظفر خان درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء میں آیا ہے۔

أحقر الخلائق: تواضع اور انکسار کا لقب جو بالعموم صوفی اپنے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس لقب کا تذکرہ چھوٹی درگاہ (الضریح الصغیر) بتاریخ رجب ۷۱۵ھ/۱۳۱۵ء کے علاوہ کہیں نہیں آیا جہاں اس کو بہرام بن حاجی کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

اختیار الحق والدین: سلطان کیکاؤس شاہ کے امرا میں سے ایک امیر فیروز شاہ ایتگین کے لیے مہیشوارا کے کتبہ بتاریخ ۶۹۲ھ/۱۲۹۳ء میں اور لکھی سرائی کے جامع مسجد کے کتبہ بتاریخ ۶۹۷ھ/ ۱۲۹۷ء میں آیا ہے۔

أرحم المسلمین والمسلمات: الرحمۃ لغوی طور پر مہربانی اور نرمی کو کہتے ہیں اور أرحم لفظ رحیم سے اسم تفضیل ہے۔ یہ لفظ بھی کئی مرکب القاب کی تکوین میں وارد ہوا ہے۔ انھی الفاظ کے ساتھ یہ لقب حسین شاہ کے لیے چھوٹی سونا مسجد، فیروزپور کے کتبہ میں اور رحیم المسلمین والمسلمات کے الفاظ کے ساتھ کانتادوار کے کتبہ میں آیا ہے۔

أستاذ الأئمة: اس لقب کا اطلاق علما اور دینی شخصیات پر ہوتا ہے اور حضرت پنڈوہ کے کتبہ بتاریخ ۸۶۳ھ/۱۴۲۰ء میں ایک صوفی شخصیت کے لیے استعمال ہوا ہے۔

أسد الإسلام والمسلمین: کتبہ وزیر بیلڈ نگا بتاریخ ۷۲۲ھ/۱۳۲۲ء میں غیاث الدین بہادر شاہ کے لیے آیا ہے۔ راجح بات یہ ہے کہ یہ لقب بنگالی کتبات میں کسی اور کتبہ میں استعمال نہیں ہوا۔

إسناد الملة والدین: الإسناد یعنی سند اور تصدیق یافتہ۔ یہ لقب بنگال میں مغل حکمرانوں کی طرح کے ایک خودمختار سلطان سلیمان کرانی کے لیے آیا ہے جیسا کہ قصبہ ایلشا کے کتبہ بتاریخ ۹۷۵ھ/۱۵۶۷ء میں موجود ہے۔

اشرف: اس کا مادہ الشرف (یعنی بلندی اور اعلیٰ مقام ہے) ہے اور یہ ان القاب میں سے ہے جو سوائے حسین شاہ کے کتبات کے کسی اور جگہ استعمال نہیں ہوا، جس کے دعوے کے مطابق وہ حسین بن علی ؓ کی اولاد میں سے ہے۔ سچ بات یہ ہے کہ یہ سلطان اپنے اس نسب کو نمایاں کرنے کی بہت شدید خواہش رکھتا تھا تاکہ عوام کی حمایت اور نصرت پا سکے۔ اس سلطان کا نام

بعض کتبات میں ابن سید اشرف الحسینی کے الفاظ کے ساتھ آیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا باپ بھی اشرف کے نام سے موسوم تھا۔

الأعدل: لفظ العدل سے اسم تفضیل ہے جو ظلم کا متضاد ہے، کہا جاتا ہے اس نے معاملے میں انصاف کیا، پس وہ عادل ہے۔ یہ بادشاہوں اور اسی طرح گورنروں کے القاب میں سے ایک ہے اور پہلا شخص جس کو بنگال میں یہ لقب دیا گیا وہ سلطان سکندر شاہ ہے۔ مسجد ادینہ کے کتبہ بتاریخ ۷۷۶ھ / ۱۳۷۵ء میں یہ لقب اس کے لیے استعمال کیا گیا ہے، اسی طرح سلطان محمود شاہ کے لیے کتبہ بڑاماٹیا باڑی، بتاریخ ۹۳۴ھ / ۱۵۲۷ء میں آیا ہے۔ عدل اسلام کے بڑے مقاصد میں سے ہے۔ پھر کچھ عجب نہیں کہ مشرق و مغرب میں مسلمان حکام مختلف انداز سے اس لقب سے اپنے آپ کو نامزد کرتے ہوں تاکہ عوام کے درمیان عدل کرنے کی یاددہانی ہوتی رہے۔

الأعلم: العلم سے یہ اسم تفضیل ہے جس کے معنی معرفت کے ہیں۔ یہ لقب سکندر شاہ کے لیے مسجد ادینہ کے کتبہ بتاریخ ۷۷۶ھ / ۱۳۷۵ء میں آیا ہے۔

أكمل سلاطين العرب والعجم: کتبہ مسجد ادینہ بتاریخ ۷۷۶ھ / ۱۳۷۴ء میں سکندر شاہ کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اور غالباً یہ لقب بنگال کے کسی دوسرے کتبے میں استعمال نہیں ہوا۔ یہ فخریہ لقب اپنے مالک کی صلاحیت کی اثراندازی کی دلیل ہے اور بنگال سے باہر اپنے حکومت کی توسیع کے عزائم کو بھی بیان کرتا ہے۔

الأعظم: العظمة سے اسم تفضیل ہے یعنی کبریائی اور عام طور پر یہ لفظ دیگر القاب کے ہمراہ آیا ہے مثلاً السلطان الأعظم اور الأعظم المعظم اور اعظم المعظمین۔ اس سے مراد غلبہ اور اثر کی صلاحیت ہے اور شاید یہ ان القاب میں سے ہے جو وسطی ایشیا سے آنے والی فاتح اسلامی افواج کے ذریعے ہند میں آئے۔ اسی لیے یہ لقب ان علاقوں میں متداول تھا اور الأعظم کا لقب کتبہ بڑاماٹیاباڑی بتاریخ ۹۳۴ھ / ۱۵۲۷ء میں سلطان محمود شاہ کے لیے اور

أعظم المعظمين کا لقب سلطان جلال الدین محمد شاہ کے لیے کتبہ مندرا بتاریخ ۸۳۰ھ / ۱۴۲۶ء میں آیا ہے۔

أعلى المجلس: باربک شاہ کے عہد میں ضلع چٹاگانگ کے ہاٹھازاری میں پائے جانے والے کتبہ بتاریخ ۸۷۸ھ / ۱۴۷۴ء میں وارد ہوا ہے جس کا اطلاق راستی خان پر ہوا ہے۔ یہ لقب **مجلس اعلی** کے طور پر بھی بعض کتبات میں آیا ہے۔

الأکرم: الکرم سے اسمِ تفضیل ہے اور کمینے پن کا متضاد ہے۔ مختلف زمانوں کے طویل عرصے میں اسلامی ممالک میں یہ لفظ مختلف القاب وضع کرنے میں داخل ہوا۔ کتبہ مسجد ادینہ بتاریخ ۷۷۵ھ / ۱۳۷۵ء میں سکندر شاہ پر اس لقب کا اطلاق ہوا ہے اور اسی طرح حسین شاہ کے لیے کتبہ مدرسہ فیروزپور بتاریخ ۹۰۷ھ / ۱۵۰۲ء میں اور حسین شاہ کے لیے ہی 'اکرم برو بحر' کے الفاظ کے ساتھ کتبہ عرش نگر بتاریخ ۹۰۷ھ / ۱۵۰۲ء میں آیا ہے۔

أكرم العصر والإسلام: سلطان محمود شاہ کے عہد میں ایک سرکاری افسر الغ رحیم خان کے لیے یہ لقب ایک کتبہ بتاریخ ۸۵۸ھ / ۱۴۵۴ء میں آیا ہے۔

اکرم بروبحر: یہ لقب سلطان حسین شاہ کو ایک کتبہ بتاریخ ۹۰۷ھ / ۱۵۰۲ء میں دیا گیا ہے جو بنگلہ دیش کے ضلع کالنا میں دھاموریہ کے عرش نگر گاؤں کی ایک سلطانی مسجد پر نصب ہے۔

الغ: یہ لقب بنگال کے اسلامی کتبات میں تقریباً چوبیس جگہ ذکر کیا گیا ہے۔ یہ فخریہ لقب ہے جو اصلاً قدیم ترکی زبان سے ماخوذ ہے جس کے معنی عظیم کے ہیں۔ سلاطینِ بنگال کے عہد میں اس کا اطلاق بڑے افسران پر ہوتا تھا اور اکثر دوسرے الفاظ کے ساتھ مرکب ہو کر ذکر ہوتا تھا جیسے **الغ الأعظم** اور **الغ خان** کی شکل میں وارد ہوا کرتا تھا۔

امام: یہ لقب کچھ کتبات میں آیا ہے جیسے باربک شاہ کے عہد کی ایک مشہور مذہبی شخصیت مولانا قاضی ابن قاضی احمد بن شیخ علاول کے لیے مغربی بنگال ضلع بیربھوم میں قصبۂ باڑہ کے نام سے معروف بالانگر کے گاؤں میں ملنے والے ایک مسجد کے کتبہ بتاریخ ۸۶۴ھ / ۱۴۶۰ء میں آیا ہے۔ یہ مذہبی وروحانی لقب کچھ دیگر کتبات میں بھی آیا ہے۔

امام اکبر: مسند عالی فتح خان کے لیے ایک وقف کے کتبہ بتاریخ ۹۹۶ھ /۱۵۸۸ء میں آیا ہے جس کا تعلق سلہٹ کی ایک مذہبی عمارت سے تھا۔

الإمام الغالب: کتبہ اسماعیل پور بتاریخ شعبان ۹۰۶ھ /۱۵۰۱ء میں سلطان علاء الدنیا والدین حسین شاہ کے لیے یہ لقب آیاہے اور ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لقب حسین شاہ کی جانب سے ہی استعمال کیا گیا کیونکہ دینی مفاہیم کے القاب سے خود کو ملقب کرنا اس سلطان کا معمول تھا۔ مثلاً السید اور الحسینی۔ اور یہاں سے یہ اشارہ نکل سکتاہے کہ حسین شاہ سیاسی برتری کے علاوہ اپنا دینی اثر و رسوخ بڑھانے کا بھی خواہشمند تھا۔

الذي عدلُ ساعةٍ منه بعمل الثقَلينِ يُوازي:(جس کا ایک لمحے کا عدل تمام جن وانس کے عمل کے برابر ہے۔)تعظیمی صفت جس کا اطلاق ہند کے بعض سلاطین پر ہوا اور مختلف الفاظ میں ان کے عدل کے قیام عدل کو بتانے کے لیے آیا۔شہنشاہ شاہجہاں کے لیے یہ لقب کتبہ مسجد شارع ڈی سی روی،ڈھاکہ بتاریخ ۱۰۵۲ھ /۱۶۴۲ء میں اور اسی طرح کتبہ مسجد چوری ہٹہ بتاریخ ۱۰۶۰ھ /۱۶۵۰ء میں آیا ہے، ایسے ہی شہنشاہ اکبر کے لیے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ کتبہ جامع مسجد پٹن،صوبہ مھسنہ، ریاست گجرات بتاریخ ۹۸۵ھ /۱۵۷۷ء میں آیا ہے۔

أمان الدنیا: فلاڈلفیا (متحدہ ریاست ہائے امریکہ) میں یونیورسٹی کے عجائب گھر میں موجود بنگال کے ایک کتبے میں اس لقب سے سلطان باربکشاہ کو ملقب کیا گیا، جس کی تاریخ ۸۷۱ھ /۱۴۶۶ء ہے۔

امیر: لغت میں امیر کے معنی ہیں حکومت اور سلطنت کا مالک، اور یہ لقب عہدیداران کے فخریہ القاب میں سے ہے، اور گوداگاڑی کے سلطان گنج گاؤں میں دریافت شدہ ایک کتبہ بتاریخ ۸۳۵ھ /۱۴۳۱ء میں صدر الملۃ والدین کے لیے آیا ہے، جو سلطان جلال الدنیا والدین محمد شاہ کے عہد میں شہر سئوتیہ کا امیر تھا۔ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر کا منصب اس وقت ایک انتظامی منصب تھا جو گورنر کے کام کرتا تھا، نیز یہ بعض مرکب القاب میں بھی آیا ہے، جن میں امیر الامرا کا لقب ہے، جس کا ظہور عباسی دورِ حکومت میں الراضی کی خلافت کے اوائل میں ہوا اور مملکت کی اعلیٰ سطح کی نوکریوں کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ یہ لقب اس عہد کے کئی کتبات میں وارد ہوا ہے، مثال کے طور پر کتبہ سلہٹ بتاریخ ۹۹۶ھ /۱۵۸۷ء، کتبہ

مسجد اندھیر قلعہ بتاریخ ۱۰۷۸ھ / ۱۶۷۶ء، کتبہ مسجد لال باغ بتاریخ ۱۰۸۲ھ / ۱۶۷۱ء میں اور دیگر چند کتبات میں یہ لقب پایا جاتا ہے۔ غالب گمان ہے کہ اس کا اطلاق بنگال کے گورنر شایستہ خان پر کتبہ مسجد چوک بازار بتاریخ ۱۰۸۶ھ / ۱۶۷۵ء میں ہوا ہے۔

أمیر الأمراء: صوبہ بنگال کے کئی گورنروں (مثلاً شایستہ خان، ایک ممتاز مغل گورنر) کو دیا گیا جن کا استعمال مغل دور کے کئی کتبات میں ملتا ہے، جیسا کہ کتبہ بتاریخ ۹۹۶ھ / ۱۵۸۸ء، کتبہ بتاریخ ۱۰۸۲ھ / ۱۶۷۱ء، کتبہ بتاریخ ۱۰۸۶ھ / ۱۶۷۵ء، کتبہ بتاریخ ۱۰۹۸ھ / ۱۶۸۷ء میں یہ لقب مذکور ہے۔ یہ لقب بہت بلند مقام کا حامل تھا جو عموماً صوبائی گورنروں جیسی انتہائی اہم شخصیات کو دیا جاتا تھا۔ مغل دور سے پہلے بھی خلفا کی فوج کے سالارِ اعظم کے لیے دیگر اسلامی علاقوں میں تیسری صدی ہجری / نویں صدی عیسوی میں اس کا استعمال ملتا ہے۔

أمیر السلطان: اس لقب کا اطلاق سرور خان پر کتبہ کالنا بتاریخ ۹۶۷ھ / ۱۵۵۹ء میں ہوا ہے۔ یہ لقب بھی انتظامی لقب لگتا ہے، جیسا کہ اسے علاقے کے گورنر یا سیاست کاروں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

أولاد سید المرسلین: سلطان حسین شاہ نے کتبہ دیپارا بتاریخ ۸۹۹ھ / ۱۴۹۴ء میں اس کو استعمال کیا ہے اور لفظ کے سیاق و سباق سے واضح ہے کہ یہاں اولاد سید المرسلین سے مراد نبی ﷺ کی طرف نسبت ہے اور یہ سلطان اپنے آپ کو نبی ﷺ کے نواسے حسین کی طرف منسوب کیا کرتا تھا۔

أهل الصفة: یہ روحانی لقب کتبہ بتاریخ ۶۱۸ھ / ۱۲۲۱ء میں روحانی پیشواؤں کے ایک گروہ کے لیے تیسرے خلجی حکمران سلطان غیاث الدین عوض (عہد: ۶۱۸ھ / ۱۲۲۱) کے دور میں استعمال کیا گیا جس نے بنگال میں مسلمان حکمرانوں کے استحکام کے ابتدائی دور میں حکومت کی۔

بابا: بنگالی زبان میں باپ کے مفہوم کا یہ لفظ بنگال میں صوفی القابات کی ترکیب میں کثرت سے استعمال ہوا ہے اور بنگال کے بعض عربی کتبات میں آیا ہے، اور حسین شاہ کے عہد میں کچھ کتبات میں حاجی بابا کے لیے استعمال ہوا ہے۔

بادشاہ: یہ فارسی لقب ہے جو دو الفاظ سے مرکب ہے، باد یعنی عرش یا تخت اور شاہ یعنی صاحب یا سید، اور یہ عربی زبان کے ملک یا سلطان کے مترادف لفظ ہے۔ اسی معنی میں یہ لفظ کئی زبانوں مثلاً اردو، بنگالی، پشتو اور دیگر زبانوں میں استعمال ہوتا ہے اور یہ لقب افغانستان کے سربراہوں کے لیے ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء تک استعمال ہوتا رہا ہے اور ان سے قبل ہندوستان میں جو مغل سلاطین تھے ان کو بھی یہ لقب دیا گیا، اسی طرح یہ لقب سلاطینِ بنگال کے کتبات میں بھی آیا ہے۔

بادشاہِ اہلِ ایمان: یہ لقب بنگال میں ایک باغی خلجی سردار بلکا خان (عہد: ۶۲۶-۶۲۸ھ / ۱۲۲۹-۱۲۳۰ء) کے لیے ایک مسجد و مدرسہ کے غیر مؤرخہ کتبہ (کتبہ نمبر ۳) میں بطور صفت آیا ہے۔

بادشاہ تمکانی: یہ حسین شاہ کے لیے کتبہ کیٹاھار بتاریخ ۹۱۶ھ / ۱۵۱۰ء میں استعمال ہوا ہے۔ شاید لفظ تمکانی سے مراد عرش پر متمکن ہونا ہو۔

بادشاہ جہان: سکندر شاہ کے لیے اس کا اطلاق کتبہ شاہ عطا درگاہ بتاریخ ۷۶۵ھ / ۱۳۶۳ء میں ہوا ہے۔ 'جہاں' فارسی لفظ ہے جس کا معنی عالم یا دنیا ہے، اور لقب میں اس سے مراد 'دنیا کا بادشاہ' یا 'دنیا کا سلطان' ہے۔ یہ لقب شاہجہان مترادف ہے اور اس کا معنی ہے عالم کا بادشاہ۔ اس کا اطلاق شہنشاہ شاہجہاں پر کتبہ بڑا کٹرا بتاریخ ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء میں ہوا ہے۔

الباذل: لغوی طور پر البذل سے اسم فاعل ہے جس کا معنی بہ طیبِ خاطر خرچ کرنے والا ہے اور سخی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ صفت سلطان بہادرشاہ کی طرف کتبہ گوڑ بتاریخ ۹۶۷ھ / ۱۵۶۰ء میں منسوب کی گئی ہے۔

باسط الأمن والأمان: اس لقب کو بھی سکندر شاہ کے لیے کتبہ جھاغرا بتاریخ ۸۵۶ھ / ۱۴۵۲ء میں استعمال کیا گیا ہے۔

باسط العدل والإحسان: یہ لقب کتبہ بتاریخ ۸۵۴ھ / ۱۴۵۰ء میں سلطان محمود شاہ (۸۴۱-۸۶۴ھ / ۱۴۳۷-۱۴۶۰ء) کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

باعث العدل والإحسان: بنگال میں الیاس شاہی خاندان کے دوسرے حکمران سکندر شاہ پر اس لقب کا اطلاق دیناج پور، دیوی کوٹ میں شاہ عطا درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۷۶۵ھ /۱۳۶۳ء میں ہوا ہے اور اسی کتبہ میں اس کے لیے العادل کا لقب بھی استعمال ہوا ہے۔ یہ لقب بنگال میں سلاطینی دور کے کچھ دیگر کتبات میں بھی آیا ہے۔

باني الخير: ۸۹۹ھ /۱۴۹۴ء میں حسین شاہ کے عہد سے دیپارا میں ایک قدیم مسجد کے آثار و باقیات میں موجود ایک کتبہ کے متن میں یہ فخریہ لقب وارد ہوا ہے جہاں اس کا اطلاق مجلس باربکشاہ نامی ایک حکومتی اہلکار پر ہوا ہے۔ اسی طرح کتبہ کوسمبا بتاریخ ۹۰۴ھ /۱۴۹۸ء میں رامندلہ ابن کیتامی کے لیے اس کا استعمال ہوا ہے۔ ان دونوں کتبوں سے واضح ہوتا ہے کہ اس لقب سے منسوب اشخاص مسجد کے معمار تھے اور یہ بات معروف ہے کہ مسجد کی تعمیر اسلام میں عظیم صدقۂ جاریہ تصور کی جاتی ہے جس سے بندے اپنے رب کا قرب پاتے ہیں۔ اس لیے اہلِ خیر و صلاح ان کی تعمیر و اصلاح کی طرف مسابقت کرتے تھے اور ان لوگوں کو عام مسلمانوں کی طرف سے بہت زیادہ حوصلہ افزائی اور احترام ملتا تھا اور وہ لوگ ان کو فخریہ القاب مثلاً باني الخير کے لقب سے نوازتے تھے تاکہ ان کے نام ہمیشہ کے لیے ان عمارتوں میں زندہ رہیں۔

بحر المعاني: اس فخریہ لقب کا اطلاق سلطان فیروز شاہ کے عہد میں قیرن خان پر کتبہ پریل بتاریخ ۸۸۹ھ /۱۴۷۵ء میں ہوا ہے۔ شاید اس لقب کا حامل شخص اپنے زمانے میں علمی قابلیت کی وجہ سے معروف تھا۔

بدر برج (بدر البروج): یہ فارسی مرکب لقب ہے جس کا معنی ہے سعادت مند شخص۔ یہ کتبہ ڈھاکہ میں شاہجہان کے عہد میں استعمال ہوا، اور قدیم ڈھاکہ میں بڑا کٹرا نامی عمارت کے ایک کتبہ میں بغیر تاریخ کے پایا گیا۔

بدر الواصلین: یہ روحانی پہلو رکھنے والا ایک صوفی لقب ہے۔ اس لقب کا اطلاق بنگال میں سلیمان کرانی کے عہدِ حکومت کے آخری دور میں شیخ بابو محمد خالدی پر کتبہ شیخ علاء الحق درگاہ بتاریخ ۹۸۰ھ /۱۵۷۲ء میں ہوا ہے۔

برانملک: سلاطینی القاب میں سے جو غالباً الملک المعظم کے لقب کے مترادف کے طور پر آتا ہے۔ اس کا استعمال وزیر محمد سعد کے لیے کتبہ بڑابازار بتاریخ ۹۲۵ھ / ۱۵۱۹ء میں سلطان حسین شاہ کے عہد میں ہوا۔

برهان الأمة: یہ بنگال میں علما کے القاب میں سے ایک ہے اور کئی کتبات میں وارد ہوا ہے۔ بعض اوقات صوفیا کے لیے بھی استعمال ہوا ہے، جیسا کہ بنگال کے ایک ابتدائی مسلم صوفی بزرگ نور قطب العالم کے لیے ان کے تدفینی کتبے بتاریخ ۸۶۳ھ / ۱۴۵۹ء میں آیا ہے۔

برهان أمير المؤمنين: بنگال کے گورنر مسعود شاہ جانی کے لیے یہ لقب کتبہ گنگا رامپور بتاریخ ۶۴۷ھ / ۱۲۴۹ء میں استعمال ہوا ہے۔ اسی زمانے میں سلاجقہ کی جانب سے بھی اس لقب کا استعمال مشاہدے میں آیا ہے۔ یہ لقب غالباً صاحب لقب کی عباسی خلافت کی پیروی کو ظاہر کرتا ہے؛ کیونکہ اس وقت عالمِ اسلامی کی متعدد ریاستوں کے حکمران رسمی طور پر خلیفۂ وقت کے ساتھ اپنی سیاسی وفاداری کو باعث فخر سمجھتے تھے، چاہے دکھانے کے واسطے ہی کیوں نہ ہو، یہاں تک کہ ان کے ملک پر ان کی حکومت رعایا کی نظر میں شرعی حکومت بن جائے۔ اس بات کا اشارہ یہاں سے ملتا ہے کہ کتبہ گنگا رامپور میں ہند کے سلطان محمود شاہ کے لیے ناصر أمير المؤمنين کا لقب استعمال کیا گیا ہے جبکہ مسعود شاہ جانی کو اس سلطان کی جانب سے بنگال پر گورنر مقرر کیا گیا تھا۔

برهان الحق: صوفی القاب میں سے اس لقب کا اطلاق شیخ نور قطب العالم پر ان کی درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ء میں ہوا ہے اور شیخ نور قطب العالم بنگال میں اپنے زمانے کی عظیم صوفی شخصیت شمار کیے جاتے ہیں۔

بندۂ درگاہ: یہ لقب کتبہ بتاریخ ۷۶۵ھ / ۱۳۶۳ء میں الیاس شاہی خاندان کے دوسرے حکمران سلطان سکندر شاہ کے عہد میں مولانا شاہ عطا کے مقبرے کی رکھوالی کرنے والے غیاث نامی شخص کو دیا گیا۔

بہادر: شجاعت کے معنی رکھنے والا فارسی الاصل یہ لقب ایک خوبی کے طور پر ملقب شخص کے لیے آتا ہے اور مغل شہنشاہ شاہجہاں کے بیٹے امیر شاہ شجاع کے لیے کتبہ مدخل کاٹرا بتاریخ ۱۰۵۵ھ /۱۶۴۵ء میں آیا ہے۔

پہلوی العصر والزمان: پہلوی لفظ اصلاً فارسی زبان سے تعلق رکھتا ہے اور پہلوان یعنی ہیرو کا مترادف ہے۔ اس کا اطلاق ان بہادر لوگوں پر ہوتا تھا جو اپنے ملک کی خدمت کے لیے شاندار کام انجام دیتے تھے۔ بنگال میں سلاطین کے عہد میں کئی وزرا، امرا اور سیاست کاروں کو پہلوی العصر والزمان کے لقب سے نوازا گیا جیسا کہ اس عہد کے چھ کتبوں میں وارد ہوا ہے۔

پیر: یہ لقب برصغیر ہند، افغانستان اور ایران میں عام ہے اور فارسی الاصل ہے جس کے معنی پرانا یا بوڑھا یا شیخ کے ہیں۔ یہ لقب صوفی شخصیات پر شیخ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کتبہ محلہ پیر بہرام بتاریخ ۱۰۱۵ھ /۱۶۰۶ء میں آیا ہے۔

پیرزادہ: مغل شہنشاہ جہانگیر کے دور میں حاتم الملۃ کے نام سے منسوب پنڈوہ میں خانقاہ کے لیے وقف کرنے والے ایک مشہور شخص نے استعمال کیا۔ یہ لقب شیخ نور قطب العالم کے مزار کے ایک ستون پر کندہ کیے گئے ایک کتبہ بتاریخ ۱۰۲۰ھ /۱۵۱۲ء میں مندرج ہے۔

تاج الأمة: ایک صوفی شخصیت شیخ بابو محمد خالدی کے لیے شیخ علاء الحق کی درگاہ میں پائے جانے والے ایک کتبہ بتاریخ ۹۸۰ھ /۱۵۶۲ء میں اس کو لایا گیا۔ اور لفظ تاج لغوی طور پر اس خاصی قیمتی ٹوپی کو کہتے ہیں جو حاکم یا سلطان کے سر پر رکھی جاتی ہے۔ یہ لقب معاشرہ میں صاحبِ لقب شخص کے اعلیٰ مرتبے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

تاج الحق والدین: سلطان فیروز شاہ کے عہد میں اس کے بیٹے حاتم خان کے لیے کتبہ حاتم خان محل، بہار، بتاریخ ۷۰۹ھ /۱۳۰۹ء میں استعمال ہوا ہے۔

تاج فخر سلاطین: یہ مرکب فخریہ لقب شہنشاہ شاہجہاں کے لیے کتبہ اگاروسندور بتاریخ ۱۰۶۲ھ /۱۶۵۱ء میں آیا ہے۔

جامدار غیر محلی: فارسی الاصل یہ لقب غالباً بادشاہ کے محل کے باہر کے خصوصی محافظ افسر کے لیے آتا ہے۔ اس لقب سے مشابہ ایک اور لقب جمعدار آج تک بنگالی افسروں کے استعمال ہوتا ہے۔ احتمال

ہے کہ جمعدار کا منصب اصل میں جامدار سے ماخوذ ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ایک دوسرا منصب جامدار محلی بھی ہو جو بادشاہ کے محل کے خصوصی محافظ افسر کے لیے ہو اور جو شاہی محل کے اندر محافظین اور امن کے بارے میں جوابدہ ہو۔ لقب جامدار غیر محلی کا اطلاق الغ سرفراز خان پر دو کتبوں میں ہوا ہے۔ بالیا گھاٹا بتاریخ ۸۴۷ھ / ۱۴۴۳ء عہد محمود شاہ میں اور اقرار خان کے لیے کتبہ تری بنی بتاریخ ۸۶۰ھ / ۱۴۵۵ء بعہد محمود شاہ، اور مقرب الدولۃ کے لیے کتبہ سونار گاؤں بتاریخ ۸۸۹ء / ۱۴۸۴ء بعہد سلطان فتح شاہ اور اسی طرح خالص خان کے لیے کتبہ سلہٹ بتاریخ ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء بعہد حسین شاہ میں استعمال ہوا ہے۔ یہاں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ منصب بنگال میں سلاطینی عہد کے عسکری نظام میں ایک طویل عرصہ موجود رہا۔

{ال}جزیل العطاء: ظفر خان پر اس کا اطلاق کتبہ تری بنی بتاریخ ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء بعہد فیروز شاہ ہوا ہے۔

جلال الدین: اس کا استعمال شہنشاہ اکبر کے لیے بورارچر کے کتبہ بتاریخ ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ء میں ہوا ہے۔ اس لقب کے اصل الفاظ جلال الدنیا والدین ہیں اور شہنشاہِ اکبر کے کثیر کتبات میں آئے ہیں۔ مغلیہ عہد سے قبل ہندوستان میں بھی کئی سلاطین و حکام کو یہ لقب دیا گیا۔

جلال الدنیا والدین: گنیش خاندان کے سلطان محمد شاہ کو اس لقب سے بہت شہرت ملی اور اس سلطان کو تخت اپنے ہندو باپ گنیش سے ورثے میں ملا تھا۔ لیکن اس نے اپنے باپ کی موت کے بعد اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کے لیے یہ لقب دو کتبوں میں آیا ہے جن کی تاریخ ۸۳۰ھ / ۱۴۲۶ء اور ۸۳۵ھ / ۱۴۳۱ء ہے۔

{ال}جمیل الثناء: ظفر خان کے لیے تری بنی کے کتبہ بتاریخ ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء بعہد فیروز شاہ میں آیا ہے۔

جناب الاعظم: الغ رحیم خان، محمود شاہ کے عہد کے ایک سرکاری افسر کے لیے یہ لقب بنگلہ دیش کے ضلع پبنہ میں تراش پولیس سٹیشن نو گاؤں میں ایک مسجد و مدرسہ کے کتبہ بتاریخ ۸۵۸ھ / ۱۴۵۴ء میں استعمال ہوا۔

جناب المعظم: الغ رحیم خان، محمود شاہ کے عہد کے ایک سرکاری افسر کے لیے یہ لقب بنگلہ دیش کے ضلع پبنہ میں تراش پولیس سٹیشن، نوگاؤں نامی دیہات میں ایک مسجد و مدرسہ کے کتبہ بتاریخ ۸۵۸ھ / ۱۴۵۴ء میں استعمال ہوا۔

جنگدار: باربکشاہ کے عہد میں کتبہ دیناج پور بتاریخ ۸۶۵ھ / ۱۴۶۰ء میں نصرت خان کے لیے یہ لقب آیا ہے۔ یہ ایک عسکری منصب ہے؛ تاہم اس کا تعلق حکومتی انتظامیہ سے ہے اور مولوی شمس الدین نے اس کا ترجمہ 'فوجی کمانڈر' یا 'بہادر جنگجو' کیا ہے۔ اور شاید راجح بات یہ ہے کہ یہ لفظ فارسی الاصل مرکب ہے، یعنی لفظ 'جنگ' کا مطلب لڑائی اور لفظ 'دار' کا مطلب 'کرنے والا' ہے۔

جہانگیر: شہنشاہ اکبر کے بیٹے سلطان سلیم کو یہ لقب دیا گیا اور وہ اس سے مشہور ہوا یہاں تک کہ یہ اس کا نام ہی بن گیا۔ یہ لقب اس کے عہد کے بہت سے کتبات میں وارد ہوا ہے۔ یہ لقب بھی دو فارسی الفاظ کا مرکب ہے: جہان اور گیر یعنی دنیا پر نگہبان۔

چشتی: یہ لفظ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو اپنی نسبت افغانستان میں ہرات کے قریب چشت نامی گاؤں کی طرف کرے (گو کہ بعض اوقات یہ نسبت روحانی معنوں میں کی جاتی ہے)۔ یہ صوفی اصطلاح چشتی سلسلۂ تصوف سے وابستہ لوگوں کے لیے مستعمل ہے جس کو ڈھاکہ میں بنگشال روڈ پر ایک مغل مسجد میں ملنے والے ایک کتبہ بتاریخ ۱۰۹۷ھ / ۱۶۸۶ء میں محمد افضل بن محمد قاسم نے استعمال کیا۔

حاتم الثاني: فیروز شاہ کے عہد میں قیرن خان کے لیے پیریل کے کتبہ بتاریخ ۸۸۰ھ / ۱۴۷۵ء میں یہ لقب آیا ہے۔ معروف ہے کہ عرب لوگ حاتم طائی کی مثال کرم وجود و سخا کے لیے پیش کرتے ہیں اور عربی ادب و تاریخ میں اسے سخی ترین اور سب سے زیادہ معزز شمار کیا جاتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ صاحبِ لقب شخص نے اس لقب کے اطلاق سے اپنے آپ کو لوگوں میں کرم و مہربانی کے حوالے سے معروف بنانے کا ارادہ کیا۔

حاتم الملة: بادشاہ جہانگیر کے دور (۱۰۱۴-۱۰۳۷ھ / ۱۶۰۵-۱۶۲۷ء) میں پیرزاد خان نے یہ لقب حضرت پنڈوہ میں نور قطب العالم درگاہ میں پائے جانے والے کتبہ بتاریخ ۱۰۲۰ھ میں

استعمال کیا ہے۔ شاید لفظ 'ملت' کا معنی یہاں 'صوفیا کی جماعت' اور 'حاتم' کا معنی اس جماعت میں مہربان ترین شخص کے ہیں۔

حاجی الحرمین الشریفین: درگاہ بہرام سقا میں پائے جانے والے کتبہ بتاریخ ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء میں وارد ہوا ہے اور یہ کتبہ بتاتا ہے کہ صاحبِ لقب شخص علماے دین میں سے ہے۔

حافظ بلاد الله: الحافظ عربی لفظ الحفظ سے اسم فاعل ہے جس کے معنی نگرانی اور حفاظت کے ہیں۔ یہ صاحبِ لقب کی طرف سے ملک کی حفاظت اور دفاع کے اہتمام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ مرکب لقب، کتبہ بڑاماٹیا باڑی بتاریخ ۹۳۴ھ /۱۵۲۷ء میں سلطان محمود شاہ کے لیے آیا ہے۔

حامي البلاد: شاہ عطا درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۷۶۵ھ / ۱۳۶۳ء میں سکندر شاہ کے لیے اور حضرت پنڈوہ کے کتبہ بتاریخ ۸۶۳ھ /۱۴۵۹ء میں محمود شاہ کے لیے حامي بلاد أهل الإسلام والمسلمین کے الفاظ کے ساتھ آیا ہے۔ یہ لقب سلطان کی طرف سے ملک کی حفاظت اور دفاع کی طرف توجہ کا عکاس ہے۔

حجة الإسلام والمسلمین: بنگال میں علما کے القاب میں سے ایک ہے، جس کو بعض اوقات صوفی شخصیات کے لیے بھی استعمال کیا گیا۔ بنگال کے مشہور مسلم صوفی بزرگ نور قطب العالم کے لیے ان کے تدفینی کتبہ بتاریخ ۸۳۱ھ / ۱۴۵۹ء میں آیا ہے۔ تاہم آج کل یہ لقب عموماً اعلیٰ درجے کی مذہبی تعلیم رکھنے والے ممتاز شیعی علما کے لیے اکثر استعمال ہوتا ہے۔

الحسنی: گوڑ کے میانہ در میں چاند دروازہ کے کتبہ بتاریخ ۸۷۱ھ / ۱۴۶۶ء میں سلطان باربک شاہ کے لیے استعمال ہوا۔

الحسینی: حسن وحسین بن علی کی طرف نسبت کے دعویدار حسین شاہ کے لیے کئی کتبات مثلاً کتبہ بتاریخ ۹۰۰ھ / ۱۴۹۰ء میں یہ لقب آیا ہے۔ اور، جیسا کہ لقب ہی سے ظاہر ہے، یہ سلطان اپنے آپ کو حسین کی اولاد سے منسوب کرتا تھا۔

حضرت: اعزازی القاب میں سے ایک، جس کو ہند اور بعض دیگر اسلامی ممالک میں علما اور نمایاں دینی شخصیات کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ یہ لقب شیخ علاء الحق درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء میں آیا ہے۔

حضرت اعلیٰ: مغل دورِ حکومت سے قبل ایک آزاد بنگالی سلطان سلیمان کرّانی کے لیے یہ لقب دیوتلا کے کتبہ بتاریخ ۹۸۷ھ / ۱۵۷۹ء میں آیا ہے۔

حضرت عالم: عزت و شرف کے لیے آنے والا یہ مرکب لقب سلیمان کرانی کے آخری دورِ حکمرانی میں نور قطب العالم کی خانقاہ سے وابستہ ایک صوفی بزرگ نور الحق والشرع والدین احمد عمر بن اسعد خالدی کے لیے شیخ علاء الحق درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء میں آیا ہے۔

الخازن: انتظامی القاب میں یہ وہ لقب ہے جس سے خزانے کے بارے میں جوابدہ شخص کو نوازا جاتا تھا۔ اس کا اطلاق مبارک کے لیے کتبہ بڑی درگاہ بتاریخ ۶۴۰ھ / ۱۲۴۲ء میں ہوا ہے۔

الخاطی: روحانی مفہوم رکھنے والی یہ صفت ایک عربی کتبہ بتاریخ ۶۱۸ھ / ۱۲۲۱ء میں ابن محمد المراغی کے لیے استعمال ہوتی ہے، جنہوں نے مدینہ کے لیے ایک خانقاہ وقف کی۔

خاقان: اپنے نام اور مفہوم میں بادشاہ کے لیے آتا ہے، کہا جاتا ہے خقنه الترک علی أنفسهم یعنی ترکوں نے اس کو اپنے اوپر بادشاہی یا صدارت کی ذمہ داری دی۔ یہ اصل میں ترکی لقب ہے اور خواقین کا مفرد ہے اور کئی بار اسلامی ممالک میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا اطلاق مسلمانوں میں ترک رؤسا پر ہوا اور مرورِ زمانہ کے ساتھ اس لقب کا استعمال برصغیر ہند اور کچھ دیگر اسلامی ممالک میں عام ہو گیا۔ شاہ مخدوم درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۵ء میں بھی یہ لقب استعمال ہوا ہے۔

خاقان اعظم: سلطان یوسف شاہ کے عہد میں الغ صوفی خان کے لیے کتبہ سلطان گنج بتاریخ ۸۷۹ھ / ۱۴۷۴ء میں استعمال ہوا ہے۔

خاقان الزمان: سلطان فیروز شاہ کے عہد میں حاتم خان کے لیے کتبہ چھوٹی درگاہ بتاریخ ۷۱۵ھ / ۱۳۱۵ء میں آیا ہے۔

خاقان معظم: یہ لقب فتح خان کے لیے کتبہ سلہٹ بتاریخ ۹۹۶ھ / ۱۵۸۷ء میں استعمال ہوا ہے۔

الخان: ترکی الاصل یہ لقب پہلی صدی ہجری سے ترک قبائل میں امرا و شیوخ کے لیے استعمال ہوتا تھا اور اس کے معنی رئیس کے ہیں۔ مغل گورنروں کو بھی یہ نام دیا جاتا تھا۔ قرین قیاس ہے کہ یہ لقب بنگال میں فتوحاتِ اسلامیہ کے آغاز میں ترکستان کے خانوں کی بنگال میں آمد پر داخل ہوا۔ اُس وقت بنگال میں یہ لقب کثیر تعداد میں گورنروں اور امرا کو دیا جاتا تھا۔ یہ لقب بنگال میں اولین اسلامی کتبات میں پایا گیا ہے اور بڑی جگہوں پر یہ متعدد صفات کے ساتھ بطور مرکب آیا ہے مثلاً خان اعظم، خان اعظم المعظم اور الخان الکبیر۔

خان اعظم: شرف وعزت کے القابات میں سے اس لقب کو امرا اور بڑے سیاست کاروں کو نوازا جاتا تھا۔ جن متعدد کتبات میں یہ آیا ہے، ان میں بڑی درگاہ کا کتبہ بتاریخ ۶۴۰ھ / ۱۲۴۲ء ہے جہاں یہ ابوالفتح طغرل کے لیے استعمال ہوا ہے اور کتبہ سلہٹ بتاریخ ۹۹۶ھ / ۱۵۸۷ء میں فتح خان کے لیے آیا ہے۔

خان اعظم المعظم: فیروز شاہ کے عہد میں کتبہ پیریل بتاریخ ۸۸۹ھ / ۱۴۷۵ء قیرن خان کے لیے آیا ہے۔ خان الاعظم والمعظم کے الفاظ کے ساتھ کتبہ حضرت پنڈوہ بتاریخ ۸۴۷ھ / ۱۴۴۳ء میں اور کتبہ ماہی سنتوش بتاریخ ۸۷۶ھ / ۱۴۷۲ء میں یہ لقب آیا ہے۔ یہ لقب خان معظم (اور کبھی کبھار خان معظم) کے الفاظ کے ساتھ اس عہد میں بنگال کے لگ بھگ تیرہ (۱۳) کتبات میں آیا ہے۔

خان جہاں: یہ لقب دو الفاظ کا مرکب ہے: خان ترکی الاصل ہے جس کے معنی رئیس کے ہیں اور جہان فارسی الاصل ہے جس کے معنی دنیا کے ہیں۔ پس لقب کا مفہوم دنیا کا رئیس ہوا۔ یہ لقب کتبہ شاہ نعمۃ اللہ درگاہ بتاریخ ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء میں آیا ہے۔

خان خانان: فیروز ایتگین کے لیے کتبہ مھیسوارا بتاریخ ۶۹۲ھ / ۱۲۹۳ء میں یہ لقب بعہد سلطان کیکاؤس شاہ استعمال ہوا ہے جیسا کہ اسی کتبہ میں الخان الکبیر بھی آیا ہے۔ اس طرح کے فخریہ القاب سے سوائے، مملکت کے اعلیٰ مناصب کے، عہدیداران کے، کسی اور کو نہیں نوازا جاتا تھا۔

خان خانان الشرق والصین: یہ بھی فیروز ایتگین کے لیے کتبہ لکھی سرائی میں سلطان کیکاؤس شاہ کے عہد میں بتاریخ ۶۹۷ھ / ۱۲۹۷ء میں استعمال ہوا۔ شاید یہ اعزازی لقب صاحبِ لقب کی مشرق اور چین کے ملک کی طرف توجہ اور اہتمام کو ظاہر کرتا ہے۔

خسروِدین: یہ اعزازی مرکب لقب ہے۔ خسرو ازمنہ سابقہ میں فارس کے ایک بڑے بادشاہ کا نام تھا جو اپنے ملک میں عدل اور بھلائی کے استحکام کے لیے مشہور ہوا یہاں تک کہ اس کی مثال دی جانے لگی۔ یہ لقب کتبہ ہاجو بتاریخ ۱۰۶۷ھ /۱۶۵۹ء میں آیا ہے۔

خسروِزمان: فخریہ القاب میں سے ہے جس کا معنی زمانے کا بادشاہ ہے۔ اس کا اطلاق کیکاؤس شاہ کے عہد میں ظفر خان پر کتبہ دیوکوٹ بتاریخ ۶۹۷ھ /۱۲۹۷ء میں ہوا ہے۔

الخطیب: علمائے دین کے القاب میں سے ہے۔ یہ لقب دینی وعظ کرنے والے کے لیے بالعموم اور جمعہ کا خطبہ دینے والے امام کے لیے بالخصوص استعمال ہوتا ہے، اور کتبہ راج محل بتاریخ ۹۶۴ھ /۱۵۵۶ء میں آیا ہے۔

خلیفہ لغت میں خلیفة الرجل کا معنی کسی کے بعد میں آنے والا شخص کے ہیں۔ یہ لفظ لقب کے طور پر حاکمِ اعلیٰ کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کو نبی ﷺ کے بعد امت مسلمہ کی نگرانی کا عہدہ سونپا جاتا ہے۔ یہ لقب بنگال میں مرکب القاب کی تکوین میں استعمال ہوا ہے۔

خلیفۂ زمان: یہ لقب شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے لیے کتبہ درگاپور بتاریخ ۱۰۸۶ھ /۱۶۷۶ء میں استعمال ہوا ہے۔

خليفة الله بالبرهان: یہ لقب سلطان بہادر شاہ کے لیے کتبہ کالنا بتاریخ ۹۶۷ھ /۱۵۶۰ء میں آیا ہے اور صیغہ خليفة الله بالحجة والبرهان کے ساتھ حسین شاہ کے لیے اور بنگال کے متعدد سلاطین کے لیے آیا ہے۔ یہ لقب اس زمانے میں سات کتبات میں وارد ہوا ہے اور اشارہ کرتا ہے کہ صاحبِ لقب شخص امت کے سامنے اپنی حکومت کی مشروعیت ثابت کرنا چاہتا تھا۔

خليفة الله على الكونين: جلال الدنیا والدین محمد شاہ نے مندرا ڈھاکہ کے کتبہ بتاریخ ۸۳۰ھ /۱۳۲۶ء میں اس کو استعمال کیا ہے۔

خليفة الله في الأرضين: یہ لقب بنگال میں صرف ایک کتبہ میں آیا ہے جہاں یہ یوسف شاہ کے لیے کتبہ ڈھاکہ بتاریخ ۸۸۵ھ /۱۴۸۰ء میں استعمال ہوا ہے۔

خلیفۃ المستعان: یہ لقب ڈھاکا کی مساجد میں سے ایک مسجد کے کتبہ بتاریخ ۸۶۳ھ / ۱۴۵۸ء میں سلطان محمود شاہ کے لیے وارد ہوا ہے۔

خلیفۃ المسلمین: بنگال کے حاکم تاتار خان پر اس کا اطلاق کتبہ بارہ دری بتاریخ ۶۶۳ھ / ۱۲۶۶ء میں ہوا ہے۔

خواجۂ جہان: یہ لقب ایک سرکاری افسر کے لیے قدیم ڈھاکہ کے گردھا گلی نامی مضافاتی علاقے میں محلہ نسوا گلی کی ایک جامع مسجد کے کتبہ بتاریخ ۸۶۳ھ / ۱۴۵۹ء میں آیا ہے۔

خواجہ سرا: فارسی مرکب لقب جس کا معنی حکام اور سلاطین کا مخصوص خادم ہے۔ ایران، افغانستان اور ہندوستان میں اور اسی طرح ماوراء النہر ممالک میں بھی اس کا استعمال عام ہے۔ یہ لقب شاہ مخدوم راجشاہی درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۵ء میں آیا ہے۔

درویش: فقیر یا زاہد کے معنی رکھنے والا یہ لقب فارسی الاصل ہے اور صوفیا کے القاب میں سے ہے۔ بعض اوقات اس کے ساتھ شاہ کے لفظ کا اضافہ کر کے شاہ درویش کا مرکب لقب بنایا جاتا ہے جس کے معنی صوفیا کے بادشاہ کے ہیں۔ یہ شاہ مخدوم درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۵ء میں اور بہرام سقادرگاہ کے کتبہ بتاریخ ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء میں مذکور ہے۔

الدستور: یہ بھی فارسی الاصل لقب ہے جس کا اطلاق بادشاہ کے سامنے پیش ہونے والے حضرات یا وزیروں پر ہوتا ہے۔ یہ ضلع سلہٹ میں یوسف شاہ کے عہد کے ایک غیر مؤرخ کتبہ میں وارد ہوا ہے۔

دین پناہ: یہ مرکب لقب ہے جس کے معنی ہیں دین کا حامی یا دفاع کرنے والا۔ ہندوستان میں متعدد سلاطین کو یہ لقب دیا گیا، لیکن اس لقب سے سب سے زیادہ مشہور شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر ہوا۔ اس کے لیے یہ لقب مسجد شارع بنگشال کے کتبہ بتاریخ ۱۰۹۷ھ / ۱۶۸۵ء اور نالگا کے کتبہ بتاریخ ۱۱۰۰ھ / ۱۶۸۸ء میں استعمال ہوا ہے اور جیسا کہ ظاہر ہے، یہ لقب دینی مفہوم رکھتا ہے، یاد رہے کہ شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر ملک میں شریعت کے نظام اور دینی احکامات کے نفاذ اور اسلام کے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لیے بہت پرجوش ہوا کرتا تھا۔

ذریت (ذریة) سید المرسلین: شاہ مخدوم درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۵ء میں وارد ہونے والا یہ لقب شاہ عباس الصفوی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یہ ایران کا بادشاہ تھا جو اپنے آپ کو آل بیتِ رسول ﷺ کی طرف منسوب کرتا تھا، جیسا کہ لقب کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

ذوالفتوحات: یہ لقب حسین شاہ کے لیے کتبہ مھلباری بتاریخ ۹۰۵ھ / ۱۵۰۰ء میں آیا ہے۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اس سلطان کی مملکت، سلطنتِ بنگال کی دور دراز حدود تک پھیل گئی تھی جس وجہ سے وہ اپنے آپ کو اس لقب کا صحیح مستحق سمجھتا تھا۔

رأس الأصواب: بنگال میں صوفیا کے القاب میں سے ایک ہے اور شیخ بن محمد الخالدی کے لیے مسجد قطب شاہی کے کتبہ بتاریخ ۹۹۰ھ / ۱۵۸۴ء میں آیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاتب کو لقب کی کتابت میں غلطی ہوئی کیونکہ لفظ صواب کی جمع أصواب نہیں ہے۔ لقب اس کے مطابق رأس الصواب ہونا چاہیے تھا۔

رافع رأیه العدالة و الشریعة و السلطنة: اس کا معنی ہے عدل، شریعت اور سلطنت کا علم بردار۔ یہ لقب بنگال کے والی امیر شاہ محمد شجاع کے لیے مسجد چوڑی ہٹہ کے کتبے بتاریخ ۱۰۶۰ھ / ۱۶۵۰ء میں استعمال ہوا ہے۔ یہ امیر اپنے چار بھائیوں میں سے ایک تھا جو اپنے باپ شاہجہان کی وفات کے بعد تخت کی وراثت کے لیے مدمقابل تھا اور اس کتبہ میں موجود یہ لقب اشارہ کرتا ہے کہ امیر شاہ محمد شجاع نے اپنی شخصیت کو جمہور مسلمانوں کی تائید کے حصول کے لیے دینی شخصیت کے طور پر عوام میں ظاہر کرنے کا اہتمام کیا تھا۔

رایہ (رأیة) اعلی: اس کا معنی ہے بلند پرچم اس لقب کا استعمال سلطان یوسف شاہ کے عہد میں کتبہ گوڑ بتاریخ ۸۸۵ھ / ۱۴۸۱ء میں ایک اعلیٰ سیاست کار مرصاد خان کے لیے ہوا۔ شاید اس مرکب لقب کا مقصد اس کے اعلیٰ منصب کی طرف اشارہ کرنا تھا جس پر وہ فائز تھا۔

راعي العباد: کتبہ شاہ عطا درگاہ بتاریخ ۷۶۰ھ / ۱۳۶۳ء میں سکندر شاہ کے لیے اور سلطان التمش کے لیے استعمال ہونے والا یہ لقب شاید اس حدیثِ نبویؐ سے ماخوذ ہے: کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته، فالإمام راع وهو مسئول عن رعیته. (متفق علیہ) یعنی تم

میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے، پس امام بھی راعی ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہو گا۔

رحيم المسلمين والمسلمات: یہ لقب سلطان حسین شاہ نے اختیار کیا جو کہ بنگلہ دیش کے ضلع رنگپور کے پیر گنج پولیس سٹیشن میں کانٹا دوار گاؤں کے خستہ حال قلعہ کے قریب ایک سلطانی مسجد سے تعلق رکھنے والے کتبہ میں درج ہے۔

رفیع مکان: فخریہ القاب میں سے اس لقب کا استعمال خان بن توی محمد خان قاقشال کے لیے چاٹموہر کے کتبے بتاریخ ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء میں ہوا ہے۔

ركن الدنيا والدين: لغت میں ركن الشيء کا مطلب کسی چیز کا مضبوط حصہ ہوتا ہے اور عربوں کے قول يأوي إلى ركن شديد کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ قوت اور مضبوطی کی طرف پناہ لیتا ہے۔
اس لفظ کے ساتھ دو مزید الفاظ یعنی دنیا اور دین جوڑے گئے ہیں، جیسا کہ سلاطین بنگال کے عہد میں اس طرح کے القاب کی ترکیب کا معمول تھا۔ بنگال میں جس سلطان کو سب سے پہلے یہ لقب دیا گیا وہ کیکاؤس شاہ تھا اور اس کے عہد کے تین کتبات میں اس کے لیے یہ لقب آیا ہے۔ سلطان باربکشاہ کو بھی یہ لقب دیا گیا جیسا کہ اس کے عہد کے چھ کتبات میں ذکر ہے۔

رکن لشکر: یہ لقب ایک مقامی فوجی کمانڈر اعظم کے لیے سلطان حسین شاہ کے عہد میں سلہٹ کے ایک قبرستان میں موجود ایک مقبرے کے کتبے میں آیا ہے۔

زبدة الأماثل والأقران: اس کا معنی ہے "اپنے ہم عصروں اور دوستوں کا جوہر اور لب لباب"۔ شاہ مخدوم درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۵ء میں علی قلی بیگ کے لیے آنے والا یہ لقب فخریہ ہے جس سے ملقب شخص کا مقصد اپنے مقام اور درجہ کو عوام میں بلند کرنا تھا۔

زرین دست: اس کا معنی 'سنہری ہاتھ والا' کے ہیں۔ بنگال میں الیاس شاہی خاندان کے دوسرے حکمران سلطان سکندر شاہ کے عہد میں مولانا شاہ عطا کے مقبرے میں کتبہ بتاریخ ۷۶۵ھ / ۱۳۶۳ء میں یہ لقب غیاث نامی شخص کو دیا گیا جو کہ غالباً اِس کتبے میں اس کے شاندار خطاطی کے کام کے اعتراف کے صلے میں تھا۔

ساعي في الخيرات والمبرات: اس لقب کا معنی نیکی کے کاموں میں شاں کے ہیں۔ کتبہ سلہٹ میں بعہد سلطان یوسف شاہ اس کے امرا میں سے ایک کے لیے استعمال ہوا ہے۔

سراج الحق والشرع والدین: بمعنی حق شریعت اور دین کا چراغ بنگال میں الیاس شاہی خاندان کے دوسرے حکمران سلطان سکندر شاہ کے عہد میں مولانا عطا کے لیے عطا شاہ درگاہ دیناجپور کے کتبہ بتاریخ ۷۶۵ھ/۱۳۶۳ء میں مذکور ہے۔

سرخیل: فارسی الاصل اس لقب کا معنی ہے گھوڑے کا سر۔ غالب گمان یہ ہے کہ یہ لقب گھڑسواروں کے اعلیٰ عسکری عہدیدار کے لیے تھا جس طرح عربی میں قائد الفرسان کا لقب استعمال ہوتا تھا۔ یہ لقب باربکشاہ کے امرا میں سے ایک امیر اجمل خان کے لیے کتبہ تری بنی بتاریخ ۸۶۰ھ/۱۴۰۰ء میں مذکور ہے۔

سرگماشتہ: یہ مرکب لقب فارسی زبان سے ماخوذ ہے اور بنگالی زبان میں آج تک گماشتہ کے لفظ کے ساتھ مستعمل ہے۔ یہ انتظامی القاب میں سے ایک ہے جس کا اطلاق ٹیکس محصولین اور اراضی تقسیم کرنے والوں پر ہوتا تھا اس کو اجلکا خان کے لیے کتبہ باڑا بتاریخ ۸۶۴ھ/۱۴۵۹ء میں استعمال کیا گیا ہے۔

سرلشکر: ضلع معظم آباد کے وزیر کے لیے سلطان فتح شاہ کے عہد میں ایک کتبہ بتاریخ ۸۸۹ھ/۱۴۸۳-۱۴۸۴ء میں آیا ہے۔ یہ کتبہ ڈھاکہ، سونار گاؤں کے قریب مگراپاڑہ گاؤں میں مغراپاڑہ شاہی مسجد کے قریب ایک سلاطینی مسجد سے اصلاً تعلق رکھتا تھا۔

سرنشین: یہ لقب سلطان فیروز شاہ کے عہد میں ایک کتبہ بتاریخ ۸۹۴ھ/۱۴۸۹ء میں مخلص خان کے لیے آیا ہے۔

سرنوبت: فارسی الاصل یہ مرکب لقب عسکری القاب سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ غالباً فوج کے سردار کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ ڈھاکہ میں بنگلہ دیش کے قومی عجائب گھر میں محفوظ سلطان حسین شاہ کے کتبات میں سے ایک میں یہ لقب استعمال ہوا ہے۔ ایک اور کتبہ میں اس سلطان کے لیے یہ لقب آیا ہے جو گوڑ کے مہدی پور میں پایا گیا۔

سرنوبت غیر محلیان: شاہی محل کے باہر فوج کے سردار پر بولا جانے والا یہ مرکب لقب فارسی الفاظ سے بنا ہے۔ اس کا اطلاق خرشید خان کے لیے کتبہ مندار وگا بتاریخ ۸۵۰ھ /۱۴۴۶ء میں سلطان محمود شاہ کے عہد میں ہوا ہے۔ اسی طرح مجلس خرشید کے لیے کتبہ پیریل ڈھاکہ بتاریخ ۸۶۹ھ /۱۴۶۵ء بعہد سلطان باربکشاہ استعمال ہوا ہے۔

سرور: یہ لقب احمد خان کے لیے کتبہ باڑا بتاریخ ۸۵۴ھ /۱۴۵۱ء میں بعہد سلطان محمود شاہ استعمال ہوا ہے۔ یہ فارسی لقب ہے جو غالباً رئیس یا قائد کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

سکندر ثانی (سکندر الثانی): فیروز ایتگین کے لیے ضلع مونگیر سے جامع مسجد کے کتبہ بتاریخ ۶۹۷ھ /۱۲۹۷ء میں اور اسی طرح بھرام ایتگین کے لیے دیوی کوٹ سے ایک مسجد کے کتبہ بتاریخ ۶۹۷ھ /۱۲۹۷ء بعہد کیکاؤس شاہ یہ لقب آیا ہے۔ اور سکندر کا نام تاریخ میں اس کی عظیم فتوحات کی وجہ سے معروف ہے اور شجاعت اور فتح کے لیے بطور کنایہ استعمال ہوتا ہے۔ تقریباً اسی کے جیسا ایک لقب سکندر الزمان اس سے پہلے غوری سلطان معزالدین محمد کے لیے قطب مینار پر استعمال ہوا، جس کو بعد ازاں دہلی کے علاء الدین محمد شاہ خلجی نے اپنے سکّوں پر نقل کیا۔ ایران کے صفوی حکمرانوں کے چند کتبات میں بھی اسی نوعیت کے چند القاب آئے ہیں۔ علامتی طور پر یہ لقب ایک دلچسپ پیغام کا حامل ہے۔ یہ لقب مغرب سے مشرق کی طرف آنے والے مسلمان فاتحین کی طرف اشارہ کرتا ہے جو بادشاہ سکندر کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ایک بلند تر ثقافت اور ترقی یافتہ تہذیب کے علمبردار ہوتے ہیں۔ بظاہر سکندر کو مقدونی فاتح سکندر اعظم کے نام سے جانا جاتا ہے، جس کی فتوحات نے جنوب ایشیا کے شمال مغرب میں دوررس ثقافتی اور تہذیبی اثرات ڈالے تھے۔

السلطان لغوی طور پر السلطنہ(حکومت) سے بنا ہے۔ یہ والی اور حاکم کے معنی میں آتا ہے۔ جو عربی کے وزن فعلان پر ہے اور مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، اس کی جمع سلاطین ہے۔ سلطان، حجت اور برہان کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن اس حالت میں یہ مصدر ہونے کے باعث جمع نہیں ہوتا۔ اسلامی کتبات میں سب سے پہلے محمود غزنوی کے لیے اس کو استعمال کیا گیا اور اس کے لیے یہ لقب غزنہ کے برج پر کندہ کتبہ بتاریخ

۴۲۱ھ / ۱۰۳۰ء میں آیا ہے۔ یہ لقب بڑا ماٹیاری کے کتبہ بتاریخ ۹۳۴ھ / ۱۵۲۷ء میں بنگال کے خود مختار حاکم محمود شاہ کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ ہندوستان کے باقی علاقوں کے کتبات میں بھی یہ لقب آیا ہے۔ اسی طرح اس کو عمومی طور پر سلاطین اور حکام کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔ یہ لقب جمع کے صیغے میں مرکب لقب کے جزء کے طور پر مغیث الملوک والسلاطین کی شکل میں بڑی درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۶۴۰ھ / ۱۲۴۲ء میں بھی آیا ہے۔

السلطان ابن السلطان: سلاطینِ بنگال کی ایک بڑی تعداد جنہوں نے اپنے آباء اجداد سے ورثے میں حکومت پائی، ان کو یہ لقب دیا گیا، جس کے پیچھے شاید ہدف ان کی حکومت کا فروغ اور ان کے مخالفوں اور دشمنوں پر جوابی کارروائی تھا، تاکہ ان لوگوں کے لیے اور عامۃ الناس کے سامنے خاندانِ سلاطین سے تعلق کی بنا پر ان کا اس منصب کے لیے زیادہ مستحق اور لائق ہونا ثابت ہو جائے۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے بعض نے اپنے لیے السلطان ابن السلطان ابن السلطان کا لقب بھی اختیار کیا تاکہ اپنی حکومت کی طاقت کا اظہار کر سکیں۔

السلطان الأعظم والمعظمين: سلطان جلال الدنیا والدین محمد شاہ کو کتبہ مندرا بتاریخ ۸۳۰ھ / ۱۴۲۶ء میں یہ لقب دیا گیا، اور یہ ان فخریہ مرکب القاب میں سے ہے جن کا استعمال بنگال کے عربی کتبات میں کسی حد تک نایاب ہے۔

سلطان البر والبحر ذي الفتوحات: یہ لقب حسین شاہ کے لیے کتبہ محل باڑی بتاریخ ۹۰۵ھ / ۱۵۰۰ء میں آیا ہے جس نے بہت کامیابی کے ساتھ اپنی سلطنت کو وسعت دی۔

السلطان الزمان (سلطان الزمان): حاکمِ بنگال سلیمان کے لیے کتبہ سونار گاؤں بتاریخ ۹۷۶ھ میں آیا ہے اور کثرت سے مختلف تراکیب اور متنوع صیغہ جات میں بنگال کے کتبات میں وارد ہوا ہے۔ موجودہ ریاست عمان کے شاہی حکمران کے لیے اب تک یہ لقب استعمال ہوتا ہے۔

سلطان الزمان بالعدل والإحسان: اس کا اطلاق محمود شاہ پر حضرت پنڈوہ کے کتبہ بتاریخ ۸۴۷ھ / ۱۴۴۲ء میں ہوا۔ عدل اور احسان دو انتہائی اچھی صفات ہیں جن سے ہر حاکم کو متصف ہونا چاہیے اور شاید سلطان محمود شاہ نے امورِ حکومت و سلطنت میں ان کی اہمیت کی وجہ سے یہ لقب اختیار کیا۔

{الـ}سلطان الزمان الذي ملکه ملک سلیمان: "شاہ دوراں جس کی بادشاہت سلیمان کی بادشاہت جیسی ہے"۔ یہ لقب الیاس شاہ کے لیے کتبہ بانیہ پوکر بتاریخ ۷۴۳ھ / ۱۳۴۲ء میں اختیار کیا گیا ہے۔ یہ سلمان عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ تشبیہ کے طور پر ہے جو وسیع مخلوقات پر حکومت کرتے تھے۔ لفظ سلطان کو معرف بالألف واللام کرنا لغوی طور پر صحیح نہیں ہے، صحیح لفظ سلطان الزمان ہے۔

{الـ}سلطان السلاطین (سلطان السلاطین): یہ لقب بنگال کے اکثر کتبات میں استعمال ہوا ہے اور یہ ان فخریہ القاب میں سے ہے جو صاحبِ لقب کی برتری اور صلاحیتِ حکومت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ لقب السلطان السلاطین کے الفاظ کے ساتھ آیا ہے، تاہم لفظ سلطان کے شروع میں حرف تعریف کی موجودگی کی وجہ سے لغوی طور پر صحیح نہیں ہے۔

سلطان العارفین: صوفیانہ القاب میں سے ایک لقب جس کو احمد عمر بن اسعد خالدی کے لیے کتبہ شیخ علاء الحق درگاہ بتاریخ ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء میں اختیار کیا گیا ہے۔

سلطان العالم: سلطان نصرت شاہ کو یہ لقب کتبہ بڑی سونا مسجد بتاریخ ۹۳۳ھ / ۱۵۲۷ء میں دیا گیا ہے۔ یہ ان القاب میں سے ہے جو پورے جہان پر عام حکمرانی کے دعوی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ لقب دیگر اسلامی ممالک کے پرانے سکوں میں بھی پایا گیا ہے۔

سلطان العراقین: کتبہ میانہ در بتاریخ ۸۷۱ھ / ۱۴۶۶ء میں آیا ہے اور اس لقب کا ذکر بطور موازنے کے سلطان العراقین پر سلطان باربکشاہ کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ عراقین سے مراد غالباً عربی عراق اور فارسی عراق (موجودہ ایران) ہے۔ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ یہ لقب مصر

میں سن ۶۸۳ھ / ۱۲۸۴ء میں مملوکوں کے سلاطین میں سے ایک سلطان قلاوون کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔

سلطان العصر والزمان: ناصر الدنیاوالدین محمود شاہ کو یہ لقب کتبہ جھاگرا بتاریخ ۸۵۶ھ / ۱۴۵۲ء میں دیا گیا اور اسی طرح حسین شاہ کو کتبہ کوسمبا بتاریخ ۹۰۴ھ / ۱۴۹۸ء میں اور سات سے زیادہ دیگر کتبات میں یہ لقب سلطان العهد والزمان کے صیغے کے ساتھ دیا گیا۔

سلطان العهد والزمان: یہ لقب باربک شاہ کے لیے بنگلہ دیش کے ضلع میمن سنگھ میں گوڑائی کی ایک سلاطینی مسجد پر نصب ایک کتبہ بتاریخ ۸۷۱ھ / ۱۴۶۶-۱۴۶۷ء میں آیا ہے۔

السلطان المعظم: بنگال کے عربی کتبات کی ایک کثیر تعداد میں یہ استعمال ہوا ہے۔ اس عہد میں بعض سلاطین اپنے آپ کو السلطان المعظم المکرم کا لقب بھی دیتے رہے۔

السلطان المنصور بنصرة السبحاني: اس کا استعمال سلطان علاء الدنیاوالدین حسین شاہ کے لیے کتبہ مدرسہ فیروزپور گوڑ بتاریخ ۹۰۹ھ / ۱۵۰۳ء میں ہوا ہے۔

السلطاني: بعض کتبات میں اعلیٰ امرا کے لیے آیا ہے۔ ابو الفتح طغرل کو کتبہ بڑی درگاہ میں اور فیروز ایتگین کو کتبہ مہیسوارا بتاریخ ۶۹۲ھ / ۱۲۹۳ء میں اور مقرب الدولة کو کتبہ سونار گاؤں بتاریخ ۸۸۹ھ / ۱۴۸۴ء میں یہ لقب دیا گیا ہے۔ یہ لقب صاحبِ لقب کو سلطان کی جانب منسوب کرتا ہے اور غالباً حکومتی سرپرستوں کے لیے صاحبِ لقب کی اطاعت اور خلوص کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔

سليل القضاة: بمعنی قاضیوں کا چشم وچراغ نصیر احمد کے لیے کتبہ تری بنی بتاریخ ۶۹۸ھ / ۱۲۹۸ء میں بعہد سلطان کیکاؤس شاہ استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ لقب سے ظاہر ہوتا ہے کہ صاحبِ لقب نصیر قاضیوں کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ واضح رہے کہ بنگال میں اسلامی حکومت کی ابتدا ہی سے قاضی کا منصب موجود اور معروف رہا ہے۔

سلیمان العهد والزمان: بمعنی وقت کا سلیمان۔ یہ لقب مغل شہنشاہ شاہجہان کے لیے مسجد شارع ڈی سی روی کے کتبہ بتاریخ ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء میں آیا ہے۔ اسی طرح مسجد چوڑی ہٹہ کے کتبہ بتاریخ ۱۰۶۰ھ / ۱۶۵۰ء میں بھی آیا ہے۔

سلیمان جہان ثانی: یہ لقب آزاد بنگال کے حاکم سلیمان کے لیے کتبہ شرف الدین درگاہ بتاریخ ۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ء میں آیا ہے۔

سند عالی: فخریہ اور اعزازیہ القاب میں سے ہے جس کا اطلاق مغل فرماں رواؤں کی جانب سے خاص خدمات کی بنا پر اپنے امرا کے لیے ہوتا تھا۔ یہ لقب تاج خان بن جمال کرانی کے لیے کتبہ گوڑ بتاریخ ۹۶۷ھ / ۱۵۵۹ء اور کتبہ سلہٹ بتاریخ ۹۹۶ھ / ۱۵۸۷ء میں آیا ہے۔

سند علما: فائق علما کے القاب میں سے اس لقب کا اطلاق ابراہیم خان پر کتبہ راج محل بتاریخ ۹۶۴ھ / ۱۵۵۶ء میں ہوا۔

سیادت پناہ: نصرت شاہ کے عہد میں جمال الدین حسین کے لیے ستگاؤں کے کتبہ بتاریخ ۹۳۶ھ / ۱۵۲۹ء میں اس لقب کو اختیار کیا گیا۔ لفظ پناہ فارسی الاصل ہے جس کے معنی تحفظ کی جگہ کے ہیں اور جمال الدین کے لیے اسی کتبہ میں سیادت مآب کا لقب بھی آیا ہے۔

سیادت مآب: یہ لقب فخر آل طہٰ سید جمال الدین بن فخر الدین آمولی کو ایک کتبہ بتاریخ ۹۳۶ھ / ۱۵۳۰ء میں دیا گیا۔

سید: حسین شاہ نے اپنے کثیر کتبات میں اس کو استعمال کیا ہے جیسا کہ ان کتبات میں دیکھا جاسکتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو حسین کے خاندان کے ساتھ منسوب کرتا تھا اور اس لقب کا استعمال دراصل اسی غایت کے حصول کی ایک دوسری کوشش تھی۔ حسین شاہ سے پہلے یہ لقب دستور بن سید راحت کے لیے سلطان فتح شاہ کے عہد میں استعمال کیا گیا جو موجودہ مہدی پور گاؤں کے قریب گوڑ کی ایک سلاطینی مسجد پر نصب شدہ کتبہ بتاریخ ۸۹۱ھ / ۱۴۸۶ء میں مذکور ہے۔

سید السادات: حسین شاہ کے لیے یہ لقب کئی کتبات میں آیا ہے، جیسے شاہ نفا درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۹۰۳ھ / ۱۴۹۸ء میں اُسے یہ لقب دیا گیا ہے۔

سیف الدنیا والدین: اس لقب سے مشہور ہونے والا سلطان ایک حبشی حکمران ملک عندیل تھا۔ اس کا پورا شاہی لقب سلطان سیف الدنیا والدین ابوالمظفر فیروز شاہ تھا جیسا کہ گوڑ کے کتبہ بتاریخ ۸۸۹ھ / ۱۴۸۴ء میں اور اس کے عہد کے کئی دیگر کتبات میں درج ہے۔ یہ لقب بنگال کے دیگر کئی سلاطین کے لیے بھی آیا ہے۔

شاہ: فارسی الاصل لقب جس کا معنی 'بادشاہ' یا 'سید' (آقا) کے ہیں۔ اس کا استعمال ایران اور اس کے متعدد پڑوسی اسلامی ممالک نیز برصغیر ہند میں عام ہے۔ بعض اوقات اس کا استعمال مرکب القاب مثلاً شہنشاہ وغیرہ کے وضع کرنے میں ہوتا ہے جس کے معنی بادشاہوں کے بادشاہ کے ہیں۔ یہ زیادہ تر مغل سلاطین کے لیے استعمال کیا گیا۔ یہ لقب بعض اوقات خاندانی نام کے طور پر اور کبھی صوفی شخصیات کے لیے ہندوستان کے کچھ علاقوں میں استعمال ہوتا ہے اور برصغیر ہند کے متعدد اسلامی کتبات میں آیا ہے۔

شاہ جلیل برہان: عزت افزائی کے لیے دیا جانے والا لقب جس کو ابراہیم خان کی تعریف کے لیے کتبہ راج محل بتاریخ ۹۶۴ھ / ۱۵۵۶ء میں ذکر کیا گیا ہے۔

شاہجہان: مغل شہنشاہ جہانگیر کے بیٹے خرم کو یہ لقب دیا گیا اور وہ اس سے اتنا مشہور ہوا کہ اس کے نام کے طور پر معروف ہو گیا۔ یہ لقب فارسی مرکب ہے جس کا مفہوم دنیا کا بادشاہ ہے۔

شاہ جہان پناہ: فارسی الاصل مرکب لقب بمعنی دنیا کا وہ بادشاہ جس کی پناہ لی جاتی ہے اور اس کا استعمال سلطان باربکشاہ کے لیے کتبہ میانہ در بتاریخ ۸۷۱ھ / ۱۴۶۶ء میں کیا گیا۔

شاہ دین و دنیا: دین اور دنیا کے بادشاہ کا مفہوم رکھنے والا یہ مرکب لقب بادشاہوں اور سلاطین کے لیے فخریہ ہے لیکن اس کا اطلاق صوفی شخصیات پر بھی ہوتا ہے، جیسے جلال الدین کے لیے کتبہ تنور خانہ بتاریخ ۱۰۹۳ھ / ۱۶۸۲ء میں تکریم کے لیے آیا ہے۔

شاہزادہ: یہ فارسی لقب امیر یا بادشاہ کے بیٹے کے لیے آتا ہے اور سلاطین کے بیٹوں کو دیا جاتا تھا۔ کتبہ مسجد چوڑی ہٹہ بتاریخ ۱۰۶۰ھ / ۱۶۵۰ء میں امیر شاہ شجاع کے لیے استعمال ہوا ہے۔

شراب دار غیر محلی: یہ لقب فارسی زبان سے ماخوذ ہے اور بادشاہ کے لیے مشروبات پیش کرنے والے ذمہ دار شخص کے لیے بولا جاتا تھا۔ اس منصب کی اہمیت اس لحاظ سے بہت زیادہ ہے کہ اسی شخص پر

محل کے اندر جانے والے تمام مشروبات کے صحیح اور بے ضرر ہونے کی یقین دہانی کی ذمہ داری تھی، تاکہ مشروب میں زہر ملا کر سوچی سمجھی سازش کے تحت بادشاہ کسی بیرونی سازش کا شکار نہ بن جائے۔ ہمہ وقت یہ لقب محل کے اندر شاہی مشروبات پیش کرنے والے مسئول شخص کے منصب کی موجودگی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ قرین قیاس ہے کہ یہ لقب مغل حکومت سے پہلے سلاطینی عہد میں مستعمل رہا ہو، کیونکہ مغل کتبات میں اس لقب کا ذکر بہت نادر ہے۔ یہ لقب ایک غیر مؤرخ لوحِ قبر پر منصور کے لیے مندرج ہے جو کاٹاباڑی گاؤں میں ملا۔ اس کے علاوہ علاء الدین سرہٹی کے لیے دیوی کوٹ میں واقع شاہ عطاء اللہ کے مزار کے کتبہ بتاریخ ۹۱۸ھ / ۱۵۱۲ء میں آیا بھی ہے۔

شرف جہان: یہ فخر یہ لقب بنگال کے کچھ کتبات میں آیا ہے جس کے معنی ہیں دنیا کا شرف۔

شرف الزمان: یہ لقب محمود شاہ کے عہد میں تعمیر ہونے والی ایک غیر معروف مسجد کے سرپرست (اور علاقے کے ایک اعلیٰ سرکاری عہدیدار) کو دیا گیا۔ یہ لقب گوڑ سے حال ہی میں ملنے والے ایک کتبہ بتاریخ ۸۴۷ھ / ۱۴۴۳ء میں آیا ہے جہاں اسی کتبے میں اس سرپرست کو عالی الشان کا لقب بھی دیا گیا ہے۔

شق دار معاملات: اس کو نصرت خان کے لیے باربکشاہ کے عہد میں دیناجپور میں ملنے والے کتبہ (بتاریخ ۸۶۵ھ / ۱۴۶۰ء) میں استعمال کیا گیا۔ یہ لقب غالباً اراضی کی پیمائش یا اس نوع کے کام کے لیے حکومتی منصب سے متعلق تھا۔ اسی طرح احتمال ہے کہ صاحبِ لقب ایک معروف انتظامی ادارے بیت المال یا خزانہ کے لیے ٹیکس کے حصول کے لیے بھی جوابدہ ہو۔ شق دار کا لقب آج تک بنگال میں معروف ہے اور بہت حد تک اسی مقصد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

شمس الدنیا والدین: یہ مرکب لقب ہے جس میں شمس کی اضافت دنیا اور دین کی طرف کی گئی ہے۔ سورج دراصل دنیا کے لیے نور اور زندگی بخشنے کے لیے کنایہ ہے۔ یہ لقب شروع ہی سے بنگال کے سلاطین و حکام میں مقبول رہا ہے اور بنگال میں سب سے پہلے یہ لقب کتبہ گنگارامپور بتاریخ ۶۴۷ھ / ۱۲۴۹ء میں ہندوستان کے بادشاہ التتمش کے لیے استعمال ہوا۔ جہاں تک سلاطینِ

بنگال کا تعلق ہے تو فیروز شاہ کو اس کے اکثر کتبات میں اور الیاس شاہ کو کتبہ بانیہ پوکر بتاریخ ۷۴۳ھ / ۱۳۴۲ء میں اور اسی طرح یوسف شاہ اور مظفر شاہ کو ان کے اکثر کتبات میں یہ لقب دیا گیا ہے۔

شمس الملة : یہ بھی علما اور دینی شخصیات کے القاب میں سے ہے اور صوفی شخصیات اور علما کے کتبات میں وارد ہوا ہے۔

شهاب الحق والدين: شہاب آگ کے چمکتے ہوئے روشن شعلے کو کہتے ہیں۔ یہ مرکب لقب ظفر خان بہرام ایتگین کو سلطان کیکاؤس شاہ کے عہد میں کتبہ دیوکوٹ دیناجپور بتاریخ ۶۹۷ھ / ۱۲۹۷ء میں، نیز خانجہان ظفر خان کو ہوگلی ضلع کے تری بنی میں دریافت شدہ ایک کتبہ بتاریخ ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء میں دیا گیا۔

شهاب الدين : یہ لقب مسجد شارع ڈی سی روی کے کتبہ بتاریخ ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء میں اور مسجد چوڑی ہٹہ کے کتبہ بتاریخ ۱۰۶۰ھ / ۱۶۵۰ء میں مغل شہنشاہ شاہجہان کے لیے آیا ہے۔ یہ لقب دینی پہلو سے صاحبِ لقب کے اعلیٰ وارفع اور نمایاں مقام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

شہ جہان: یہ فارسی مرکب لقب مسلمانوں کی فتحِ بنگال کے بعد تیسرے خلجی حکمران سلطان علاء الدین علی مردان کے لیے ایک پُل کے غیر مؤرخہ کتبے میں استعمال ہوا، جس کو اب ورندرہ ریسرچ میوزیم، راجشاہی (اندراج نمبر ۲۶۶) میں محفوظ کیا گیا ہے۔

شہنشہ: یہ لقب شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے لیے مسجد کاروان بازار کے کتبے بتاریخ ۱۰۸۸ھ / ۱۶۷۷ء میں آیا ہے۔ بعض اوقات شاہنشاہ یا شہنشاہ کے املا کے ساتھ بھی آتا ہے۔ یہ اصلاً فارسی مرکب لقب ہے جس کا معنی بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ یہ مغل بادشاہوں کے لیے سرکاری لقب تھا کیونکہ یہ لقب سب مغل حکمرانوں ہی کے لیے آیا ہے۔

شیخ: عالمِ اسلام میں مشہور یہ لقب عزت و تکریم کے لیے بلند مقام کے حامل شخص کے لیے بولا جاتا ہے اور عرف میں علما اور عمر رسیدہ حضرات کے لیے آتا ہے۔ البتہ بنگال میں عام طور پر صوفی شخصیات ہی کے لیے اس کا استعمال ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ لقب ابو اللیث سمرقندی کے لیے شیر پور مورچا کے کتبہ بتاریخ ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء میں آیا ہے۔

شیخ الإسلام: دینی مشائخ اور علما کا لقب ہے، جو سلیمان کرانی کے عہد کے آخری دور میں صوفی بزرگ شیخ بابو محمد خالدی کے لیے شیخ علاء الحق کی درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء میں استعمال ہوا ہے، جو کہ نور قطب العالم کی خانقاہ سے وابستہ تھے۔

شیخ المشایخ: دیوی کوٹ کے ایک مشہور صوفی بزرگ شیخ عطا کو ایک مینار کے کتبہ بتاریخ ۹۱۸ھ / ۱۵۱۲ء میں یہ لقب دیا گیا۔

الشیخ المنعم المکرم: یہ لقب بنگال کے ایک کتبہ میں صرف شیخ جلال کے لیے آیا ہے۔

صاحب التاج والخاتم: یہ لقب سلطان کیکاؤس شاہ کے لیے کتبہ لکھی سرائی بتاریخ ۶۹۷ھ / ۱۲۹۷ء میں اور فیروز شاہ کے لیے بھی کتبہ تری بنی بتاریخ ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء میں آیا ہے۔ علاوہ ازیں محمود شاہ کو کتبہ باڑا بتاریخ ۸۵۴ھ / ۱۴۵۰ء میں یہ لقب دیا گیا ہے۔ تاج اور خاتم اس وقت بادشاہی اور سیادت کے لیے کنایہ کے طور پر آتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کا ذکر اس لقب میں ہوا ہے۔

صاحب السیف والقلم: یہ لقب سلطان یوسف شاہ کے عہد میں الغ مجلس کے لیے کتبہ پنڈوہ بتاریخ ۸۸۲ھ / ۱۴۷۷ء میں سلطان فتح شاہ کے عہد میں الغ مجلس نور کے لیے کتبہ ستگاؤں بتاریخ ۸۹۲ھ / ۱۴۸۸ء میں، اور حسین شاہ کے عہد میں الغ مجلس المجالس اختیار کے لیے ضلع ہوگلی کے تری بنی میں دریافت شدہ ایک کتبہ میں استعمال ہوا۔ معروف ہے کہ ریاست کا عملہ ہمیشہ صاحبِ تلوار اور صاحبِ قلم میں یا عسکری اور شہری میں منقسم ہوتا تھا۔ تلوار اور قلم پر قابو سے مراد ریاستی ادارے کو چلانے کی مکمل استطاعت ہے۔

صاحب العدل والرأفة: یہ لقب تاتار خان کے لیے بارہ دری کے کتبہ بتاریخ ۶۶۳ھ / ۱۲۶۵ء میں آیا ہے۔

صاحب العهد والزمان: بنگال کے الیاس شاہی خاندان کے دوسرے حکمران سلطان سکندر شاہ کے لیے یہ لقب شاہ عطا درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۷۶۵ھ / ۱۳۶۳ء میں استعمال ہوا ہے۔ عہدِ سلطنت کے کچھ دیگر کتبوں میں بھی یہ لقب آیا ہے۔

صاحب قران: مغل شہنشاہ شاہجہان پر مسجد چوڑی ہٹہ کے کتبہ بتاریخ ۱۰۶۰ھ / ۱۶۵۰ء میں اس کا اطلاق کیا گیا ہے۔

صاحب قران ثانی: یہ لقب اصل میں فارسی زبان سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی سعادت مند یا خوش بخت کے ہیں۔ کبھی یہ بادشاہ یا اس سلطان پر بھی بولا جاتا ہے جس کی حکومت چالیس سال تک رہے۔ لفظ قران فلکیات کے حساب اور نجوم و کواکب کی قربت کے مبارک وقت، خصوصاً مشتری اور زہرہ کے قریب آنے کے وقت کو بھی کہتے ہیں۔ یہ لقب سب سے پہلے مصر کے سلطان بیبرس کو کارا کی ایک مسجد کے کتبہ مؤرخہ ۶۶۴ھ / ۱۲۶۴ء میں دیا گیا اور تیمور لنگ کے لیے بھی یہ لقب استعمال کیا گیا۔

صاحب مقامی: روحانی مفہوم رکھنے والا یہ صوفی لقب سلیمان کرانی کے عہد کے آخری دور میں بنگال کے ایک کتبہ بتاریخ ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء میں آیا ہے، اور ایک صوفی بزرگ احمد عمر بن اسعد خالدی کو دیا گیا تھا، جو نور قطب العالم کی خانقاہ سے وابستہ تھے۔

صدر الملة والدين: دہ سوتیا نامی شہر (یا قصبہ) کے ایک امیر نے یہ لقب سلطان جلال الدین محمود شاہ کے عہد میں ایک کتبہ بتاریخ ۸۳۵ھ / ۱۴۳۲ء میں استعمال کیا۔ یہ کتبہ بنگلہ دیش کے ضلع راجشاہی، گوداگاڑی میں سلطان گنج گاؤں کی ایک مسجد و مدرسہ کے کمپلیکس سے اصلاً تعلق رکھتا تھا۔

صدر الملوک والسلاطین: یہ لقب علی شیر بن عوض کو تیسرے خلجی حکمران سلطان غیاث الدین عوض کے عہد میں مغربی بنگال ضلع بیر بھوم، سیان کی ایک خانقاہ سے ملنے والے ایک کتبہ بتاریخ ۶۱۸ھ / ۱۲۲۱ء میں دیا گیا۔

صفدر شہوار میدان: محمود شاہ کے عہد میں احمد خان کے لیے باڑا کے کتبہ بتاریخ ۸۵۴ھ / ۱۴۵۰ء میں یہ لقب استعمال ہوا۔ یہ لقب فارسی الاصل ہے جو عام طور پر میدانِ جنگ میں بہادر گھڑ سوار کے لیے بولا جاتا تھا۔

ضابط أطراف الأمم: یہ لقب سلطان محمود شاہ کے لیے کتبہ باڑا بتاریخ ۸۵۴ھ / ۱۴۵۰ء میں آیا ہے۔

ضیاء الدولة والدین: الغ خان کے لیے کتبہ لکھی سرائی ضلع مونگیر بتاریخ ۶۹۷ھ / ۱۲۹۷ء میں کیکاؤس شاہ کے عہد میں استعمال کیا گیا۔ اسی قسم کا ایک اور لقب یعنی ضیاء الملة دیگر اسلامی خطوں میں بہت کثرت سے بالخصوص بویہی امرا کے لیے استعمال ہوا۔

ظفر: ظا کلمہ پر زبر کے ساتھ اس کو پڑھا جاتا تھا۔ اس کے معنی کامیابی کے ہیں اور یہ متعدد کتبات میں بطور لقب آیا ہے جبکہ اس کو اکثر اوقات ایک شخص کے نام کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

ظل الله في الأرضین: کیکاؤس شاہ پر اس کا اطلاق کتبہ دیوی کوٹ بتاریخ ۶۹۷ھ / ۱۲۹۷ء میں ہوا۔ ظل ظلم و جور سے پناہ کے لیے رمز کے طور پر آتا ہے اسی لیے یہ لقب اشارہ کرتا ہے کہ لوگ ظلم سے صاحبِ لقب کی پناہ حاصل کرتے ہیں جیسے وہ سورج کی تپش سے بچنے کے لیے سائے کی پناہ لیتے ہیں اور غالباً یہ صاحبِ لقب کے لیے اللہ کی طرف سے تفویضِ سلطنت کا بھی اشارہ دیتا ہے۔

ظل الله في العالم: فیروز شاہ کے لیے تری بنی میں ظفر خان کی درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء میں آیا ہے۔

ظل الله في العالمین: بنگال کے تقریباً چار سلاطین کو یہ لقب دیا گیا، الیاس شاہ کے لیے کتبہ بانیہ پوکر بتاریخ ۷۴۳ھ / ۱۳۴۲ء میں، سکندر شاہ کے لیے کتبہ شاہ عطا درگاہ بتاریخ ۷۶۵ھ / ۱۳۶۳ء میں، اعظم شاہ کے لیے کتبہ گوھاٹی میں اور اسی طرح سلطان یوسف شاہ کے لیے کتبہ ڈھاکہ بتاریخ ۸۸۵ھ / ۱۴۷۰ء میں استعمال ہوا ہے۔

ظهیر الأنام: اس لقب کو خانجہان ظفر خان کے لیے کتبہ تری بنی بتاریخ ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء میں سلطان فیروز شاہ کے عہد میں استعمال کیا گیا۔ یہ فخریہ لقب ہے جو صاحبِ لقب کے ارفع منصب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ظهیر الملة والدین: اخوند شیر کے لیے کتبہ دھامرائی ڈھاکہ بتاریخ ۸۸۷ھ / ۱۴۸۲ء میں سلطان فتح شاہ کے عہد میں استعمال کیا گیا۔

العابد العالي الكبير: یہ لقب صرف سلاطینی عہد کے مشہور صوفی بزرگ شیخ جلال الدین مجرد کنیابی کے لیے کتبہ بتاریخ ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء میں استعمال کیا گیا۔

العادل: مغلیہ عہد اور اس سے قبل ہندوستان میں متعدد مسلمان سلاطین کو یہ لقب دیا گیا۔ شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے لیے اتسلا بازا مسجد کے کتبہ بتاریخ ۱۱۱۵ھ / ۱۷۰۳ء میں آیا ہے اور اس سے قبل سلطان بہادر شاہ کے لیے کتبہ کالنا بتاریخ ۹۶۷ھ / ۱۵۵۹ء میں استعمال کیا گیا۔ یہ لقب متعدد صیغوں اور توصیفی تراکیب میں صاحبِ لقب کے لیے آتا رہا ہے۔

العادل العالم: کیکاؤس شاہ کے عہد میں مہیشوارا کے کتبہ بتاریخ ۶۹۲ھ / ۱۲۹۳ء میں فیروز ایتگین کے لیے اس لقب کا استعمال کیا گیا۔

العالم: لغوی طور پر یہ علم سے نکلا ہے اور علما کے القاب میں سے ہے؛ تاہم حقیقت میں یہ انتظامی اور مختلف دوسرے پیشہ ور افراد کے لیے مشترک لقب کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ بادشاہوں کو بھی اعزازی طور پر یہ لقب دیا جاتا تھا اور اس وقت یہ فیاض و مہربان اور عادل کا مترادف ہوتا ہے۔ یہ لقب مختلف اداروں کے اہلکاروں کے لیے القاب کے طور پر بنگال کے عربی کتبات میں کئی مرتبہ آیا ہے، مثلاً سکندر شاہ کے لیے کتبہ شاہ عطا درگاہ بتاریخ ۷۶۵ھ / ۱۳۶۳ء میں، باربکشاہ کے لیے کتبہ دیوتلا بتاریخ ۸۶۸ھ / ۱۴۶۴ء میں اور اسی طرح حسین شاہ کے لیے کتبہ بھارتی عجائب گھر بتاریخ ۹۰۹ھ / ۱۵۰۳ء میں آیا ہے۔

عالم علوم الأديان والأبدان: یہ لقب سلطان فتح شاہ کے لیے کتبہ مسجد گنمنت بتاریخ ۸۸۹ھ / ۱۴۸۴ء میں استعمال کیا گیا۔

عالم گیر: یہ فارسی مرکب لقب ہے جس کے معنی دنیا پر نگہبان کے ہیں۔ شہنشاہ جہانگیر اس لقب سے اتنا مشہور ہوا کہ اس کا نام ہی یہ پڑ گیا۔

العالي: یہ ضمنی یا فروعی القاب میں سے ہے جو شریف اور معزز ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کو مخلص خان کے لیے کتبہ گوامالتی بعہد فیروز شاہ بتاریخ ۸۹۴ھ / ۱۴۸۹ء میں استعمال کیا گیا ہے اور کتباتِ بنگال میں کثیر مواقع پر صاحبِ لقب کے لیے ایک اضافی صفت

کے طور پر آیا ہے مثلاً قاضی عالی کے صیغے کے ساتھ کتبہ راج محل بتاریخ ۹۶۴ھ / ۱۵۵۶ء میں ابراہیم خان کی صفت کے طور پر آیا ہے۔

عالي الجناب (عالی جناب): زبر کے ساتھ الجناب کا معنی صحن یا دربار ہے، جو لوگوں کی رہائش کے قریب ہو۔ اس کی جمع أجنبة ہے۔ یہ ان بنیادی القاب میں سے ہے جس کا استعمال مراسلات میں اس وقت شروع ہوا جب آدمی کی اس کے دربار میں تعظیم کا اظہار مقصود ہوتا تھا۔ لفظِ عالی مصر میں مملوکوں کے عہد میں جس طرح مستعمل تھا اسی طرح بعض اسلامی ممالک میں لفظ کے آخر میں جوڑ کر استعمال کیا گیا۔ یہ لقب سید جمال الدین کے لیے سلطان حسین شاہ کے عہد میں ہوگلی ضلع کے ستگاؤں کے ایک کتبہ بتاریخ ۹۳۶ھ / ۱۵۲۹ء میں بطور صفت آیا ہے۔

عالی شان: عربی سے ماخوذ فارسی ترکیب میں مرکب لقب ہے، جس کا معنی شان کی بلندی رکھنے والا ہے۔ اس کا اطلاق خان محمد بن توی محمد خان قاقشال پر کتبہ چاٹموہر بتاریخ ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء میں ہوا۔

عالیقدر (عالي القدر): اعزازیہ القاب میں سے یہ لقب، ڈھاکہ میں بڑا کاٹرا کی عمارت میں نصب شدہ ایک کتبہ میں آیا ہے۔

عزالحق والدین: دہلی میں مملوک سلطان مسعود شاہ کے دور میں بھارت کے مشرقی علاقوں اور خاص طور پر بنگال اور بِہار کے نیم خود مختار حکمران ابو الفتح طغرل کے لیے کتبہ بڑی درگاہ بتاریخ ۶۴۰ھ / ۱۲۴۲ء میں مذکور ہے۔

عضد الإسلام والمسلمين: عضد کا معنی ہے "بازو" کے ہیں، اور اس کا استعمال ہاتھ بٹانے والے کے کردار کی طرف ایسے ہی اشارہ کرتا ہے جیسے انسان کی زندگی میں اس کے حقیقی بازو کا کردار ہوتا ہے۔ یہ لقب سلطان محمود شاہ کے عہد میں ایک سرکاری افسر الغ رحیم خان کے لیے کتبہ نبہ گرام بتاریخ ۸۵۸ھ / ۱۴۵۴ء میں آیا ہے۔ اسی طرح کا ایک اور لقب عضد الدولة سابقہ ادوار میں بالخصوص بویہی امرا کے لیے کچھ اسلامی علاقوں میں استعمال ہوتا رہا۔

علاء الدنیا والدین: بنگال اور ہندوستان کے کتبات میں یہ کثرت سے وارد ہوا ہے جن کی تعداد تقریباً سو کے قریب ہے۔ متعدد سلاطین اور حکام کو مغلیہ عہد سے پہلے یہ لقب دیا گیا جن میں عز الملک ملک علاء الدنیا والدین(۶۲۸-۶۲۹ھ / ۱۲۳۱-۱۲۳۲ء)، علاء الدنیا والدین علی شاہ(۷۴۲-۷۴۳ھ / ۱۳۴۱-۱۳۴۲ء)، علاء الدنیا والدین فیروز شاہ (۹۳۹-۹۴۰ھ / ۱۵۳۲-۱۵۳۳ء) اور سلطان حسین شاہ(۸۹۹-۹۲۵ھ / ۱۴۹۴-۱۵۱۹ء)شامل ہیں۔ سلطان حسین شاہ تو اس لقب سے اتنا مشہور ہوا کہ یہ لقب اس کے نام کا ایک حصہ بن گیا۔

علاء دین و دنیا: اگرچہ بنگال کے معدودے چند سلاطین ہی نے اس قسم(نوع) کے القاب کو اختیار کیا لیکن فارسی طرز کا یہ خاص لقب اس مخصوص ترکیب میں بنگال کے کتبات میں صرف ایک خلجی حکمران سلطان علاء الدین علی مردان(۶۰۷ - ۶۱۰ھ / ۱۲۱۰-۱۲۱۳ء) کے لیے بنگال میں مسلمانوں کی آمد کے ابتدائی عرصے کے کتبات میں استعمال ہوا ہے۔

علاء الدین: یہ لقب فیروز باد نامی مشہور شہر کے وزیر، شراب دار غیر محلی، سپہ سالارِ فوج، اعلیٰ ترین کوتوالی اور اِسی شہر کی فوجداری عدالت کے جج خان معظم رکن خان سرہٹی کو دیا گیا۔

علاء الحق والدین: بنگال کے ایک مشہور صوفی بزرگ علاء الحق والدین نے یہ لقب کتبہ بتاریخ ۷۴۳ھ / ۱۳۴۲ء میں اختیار کیا۔ یہ کتبہ غالباً ابھی تک مغربی بنگال میں کلکتہ، بانیہ پوکور میں انیسویں صدی کے اواخر میں تعمیر ہونے والی ایک مسجد پر نصب ہے۔

العلامة: علمی و مذہبی خصوصیت والا یہ لقب بنگال کے ایک مشہور مسلمان بزرگ نور قطب العالم کے لیے ان کے تدفینی کتبے بتاریخ ۸۳۱ھ / ۱۴۵۹ء میں استعمال ہوا ہے۔ یہ لقب علمائے دین کے اُن القاب میں سے ایک ہے جس کا استعمال آج تک بنگال میں بہت زیادہ ہے۔

العلماء: عالم کی جمع، جس کو عموماً علمائے دین کے لیے برصغیر ہند میں استعمال کیا جاتا ہے اور یہ کتبہ راج محل بتاریخ ۹۶۴ھ / ۱۵۵۶ء میں آیا ہے۔

عمدة السادات: **العمدة** لغوی طور پر اس چیز کے لیے بولا جاتا ہے جس پر انحصار کیا جائے۔ اس کو کچھ دیگر الفاظ کے ساتھ منسوب کر کے مرکب القاب بنائے جاتے ہیں۔ انہی میں سے عمدة

السادات کا لقب ہے جو فخریہ لقب ہے اور ملقب شخص کے اعلی مقام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ لقب محمد معصوم خان کو کتبہ چاٹموہر بتاریخ ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء میں دیا گیا۔

غازی: یہ لقب، جیسا کہ کلمہ کے مصدر سے واضح ہے دینی و جنگی مفہوم رکھتا ہے۔ مسلمان سلاطین اور حکام کی کثیر تعداد اس لقب کے لیے شائق تھی، کیونکہ یہ اعلاے کلمۃ اللہ اور جہاد کے حکم سے متعلق ہے۔ یہ لقب اس عہد میں متعدد کتبات میں وارد ہوا، جیسے ابراہیم خان کے لیے کتبہ راج محل بتاریخ ۹۶۴ھ / ۱۵۵۶ء میں، سلطان بہادر شاہ کے لیے کتبہ کالنا بتاریخ ۹۶۷ھ / ۱۵۵۹ء میں اور کتبہ مسجد کوسمبا بتاریخ ۹۶۶ھ / ۱۵۵۸ء میں آیا ہے۔ اسی طرح ایک مختلف صیغہ میں کتبہ سلہٹ بتاریخ ۹۹۶ھ / ۱۵۸۸ء میں یہ لقب استعمال ہوا ہے، نیز شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے لیے کتبہ مسجد نالگلا بتاریخ ۱۱۰۱ھ / ۱۶۸۹ء میں بھی آیا ہے۔

غازي الله تبارك وتعالى: مسند عالی فتح خان کے لیے سلہٹ میں ایک مذہبی عمارت کے وقف کے کتبہ بتاریخ ۹۹۶ھ / ۱۵۸۸ء میں آیا ہے جس کا تعلق بنگال میں بادشاہ اکبر کے دور میں مغلوں کی حکومتی توسیع کے ابتدائی دور سے ہے۔

الغازي في ظل الله: محمود شاہ کے لیے کتبہ باڑا بتاریخ ۸۵۴ھ / ۱۴۵۰ء میں ذکر کیا گیا ہے۔ لفظ غازی اصل میں الغزو سے ہے اور اس سے مراد وہ جنگ ہے جس میں نبی ﷺ نے شرکت فرمائی ہو اور یہ دینی مفہوم رکھنے والے القاب میں سے ہے۔ جہاد اور اعلاے کلمۃ اللہ سے متعلق ہونے کے باعث، اکثر مسلمان حکام اس لقب سے ملقب ہونے کے لیے بہت پُر شوق تھے۔

الغالب: سلطان حسین شاہ کو کتبہ اسماعیل پور بتاریخ ۹۰۶ھ / ۱۵۰۱ء میں یہ لقب دیا گیا۔

غلام عالی حضرۃ رفیع منزلت: یہ لقب علی قلی بیگ کے لیے شاہ مخدوم درگاہ کے ایک کتبہ بتاریخ ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۵ء میں آیا ہے۔ لقب کے الفاظ صاحبِ لقب کی اپنے آقا کے لیے تواضع کو ظاہر کرتے ہیں۔ علی قلی بیگ شیعہ تھے اور اس لقب سے ان کا مقصد اس وقت کے بادشاہِ ایران شاہ عباس صفوی کے ساتھ اپنی وفاداری کی یقین دہانی کروانا تھا۔ عالی حضرۃ کا لقب کتبے میں اس وقت کے شاہِ ایران کے لیے آیا ہے۔

غوث الإسلام والمسلمین: یہ لقب متعدد سلاطینِ بنگال کو دیا گیا جیسا کہ یہ آٹھ کتبات میں مذکور ہے اور پس محمود شاہ کے لیے حضرت پنڈوہ میں موجود چلہ خانہ کے ایک کتبہ بتاریخ ۸۴۷ھ / ۱۴۹۱ء میں، باربکشاہ کے لیے کتبہ تری بنی بتاریخ ۸۶۰ھ / ۱۴۵۵ء میں آیا ہے۔ اسی طرح فتح شاہ کے لیے کتبہ دہامرائی بتاریخ ۸۸۷ھ / ۱۴۸۲ء میں ذکر کیا گیا ہے۔ حسین شاہ کو کتبہ قدم رسول بتاریخ ۹۰۹ھ / ۱۵۰۳ء میں اور اسی طرح کلکتہ میں بھارتی عجائب گھر کے ایک کتبے اور کانتادوار کے ایک کتبے میں یہ لقب دیا گیا ہے۔

غیاث الإسلام والمسلمین: علی شیر بن عوض کے لیے سیان میں ایک خانقاہ کے کتبہ بتاریخ ۶۱۸ھ / ۱۲۲۱ء میں سلطان غیاث الدین عوض (تیسرے خلجی حکمران) کے دور میں استعمال ہوا جس نے بنگال میں استحکامِ اسلام کے ابتدائی دور میں حکومت کی۔ یہ لقب ابو الفتح طغرل کے لیے بھی کتبہ بڑی درگاہ بتاریخ ۶۴۰ھ / ۱۲۴۲ء میں استعمال ہوا ہے۔ کئی دوسرے حکمرانوں نے بھی اس لقب کو اختیار کیا۔ ابتدائی دور میں اس سے ملتا جلتا غیاث الأمۃ کا لقب دیگر اسلامی علاقوں میں بویہی امرا کی خاصی بڑی تعداد کے لیے استعمال کیا گیا۔

غیاث الدنیا والدین: لغوی طور پر غیاث، الغوث سے نکلا ہے اور مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس سے فعل استغاث اور أغاث ہے، جیسا کہ غیاث الدنیا والدین وغیرہ جیسے فخریہ القاب سے ظاہر ہوتا ہے۔ لفظ غیاث ایک سے زیادہ الفاظ کے ساتھ مرکب القاب کے وضع کرنے میں استعمال ہوتا تھا۔ یہ لقب کتبہ بڑاماٹیاباڑی بتاریخ ۹۳۴ھ / ۱۵۲۷ء میں سلطان محمود شاہ کے لیے اور جلال شاہ بن محمد شاہ کے لیے بھی کتبہ شیر پور مورچا بتاریخ ۹۶۰ھ / ۱۵۵۳ء میں آیا ہے۔ اس کے علاوہ سلطان بہادر شاہ کے لیے کتبہ کالنا بتاریخ ۹۶۷ھ / ۱۵۸۹ء میں اور کتبہ کوسمبا بتاریخ ۹۶۶ھ / ۱۵۸۸ء میں اس لقب کا ذکر کیا گیا ہے۔

غیر محلی: ان صفاتی کلمات کا اطلاق محل سے باہر شاہی امور کے ذمہ دار شخص پر ہوتا ہے۔ یہ الفاظ دیگر کئی القابات کے ایک حصے کے طور پر بنگال میں سرکاری افسران کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ مثال کے طور پر اس کو شراب دار غیر محلی کے لقب میں خان معظم رکن خان سرہٹی کے لیے ایک کتبۂ مینار بتاریخ ۹۱۸ھ / ۱۵۱۲ء میں استعمال کیا گیا۔

فاتح کامرو و کامتا بعون اللہ: سلطان حسین شاہ کو یہ لقب کتبہ کانتا دوار میں دیا گیا جب اللہ نے اس کو کامرو اور کامتا کی امارات کے بڑے حصے پر فتح سے نوازا جو بنگال کے انتہائی مشرق میں واقع تھیں۔ یہ لقب ان دو امارات کی فتح کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جو پہاڑی علاقے میں واقع ہونے کے باعث لشکر کشی کے حوالے سے بہت دشوار گزار تھیں۔

الفاضل: سلطان باربکشاہ کے لیے کتبہ دیوتلا بتاریخ ۸٦۸ھ / ۱۴٦۴ء میں استعمال ہوا۔ الفاضل لغوی طور پر غیر مکمل کا متضاد ہے۔ یہ اصل میں علمی و ثقافتی القاب میں سے تھا جس سے متعدد علما کو نوازا گیا اور سلاطین کے لیے بھی بطور اعزاز و افتخار استعمال ہوا۔

فخر سلاطینِ آدم: سلطان محمود شاہ پر اس کا اطلاق کتبہ باڑا بتاریخ ۸۵۴ھ / ۱۴۵۱ء میں ہوا۔ اس طرح کے دیگر القاب کے الفاظ میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ سلاطین بنگال کی بڑی تعداد اپنے آپ کو مبالغے سے بھرپور ذوجاہ وعظمت اور فخریہ القاب سے ملقب کیا کرتی تھی۔

فخر آلِ طٰہٰ: اس لقب میں آلِ طٰہٰ سے مراد نبی ﷺ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے افراد ہیں۔ یہ لقب عالی جناب سیادت مآب جمال الدین بن فخر الدین اموی کے لیے کتبہ بتاریخ ۹۳٦ھ / ۱۵۳۰ء میں آیا ہے۔

فطن: یہ لقب سلطان باربکشاہ کو کتبہ میانہ در بتاریخ ۸۷۱ھ / ۱۴٦٦ء میں دیا گیا۔

فقیر: تواضع کی خاطر عموماً صوفیہ اپنے لیے استعمال کرتے تھے۔ یہ لقب سیان کے ایک عربی کتبہ بتاریخ ٦۱۸ھ / ۱۲۲۱ء میں ابن محمد مراغی (جنھوں نے صوفیہ کے لیے ایک خانقاہ وقف کی) کے لیے آیا۔ نیز یہ کتبہ شیر پور مورچا بتاریخ ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء میں استعمال ہوا ہے۔

قادری: یہ ایک صوفی لقب ہے جو تصوف کے سلسلۂ قادریہ کی پیروی کرنے والا شخص استعمال کرتا ہے۔ یہ لقب شاہ غلام حسین کو مغربی بنگال، ضلع مرشد آباد، تحصیل جنگیپور، بالیا گھاٹا گاؤں میں اس کے مقبرے سے متعلقہ ایک کتبہ بتاریخ ۱۰۴٦ھ / ۱٦۳٦ء میں دیا گیا۔

قاضی: پیشہ ورانہ لقب جس کا اطلاق قضا کے شعبے سے وابستہ افراد کے لیے ہوتا تھا، اور بطور فخریہ لقب اس کا استعمال ہندوستان میں بہت نایاب ہے۔ یہ لقب اس زمانے کے متعدد کتبات میں وارد ہوا ہے، مثلاً نصیر محمد کے لیے ضلع ہوگلی کے تری بینی میں دریافت شدہ ایک کتبہ بتاریخ

۶۹۸ھ /۱۲۹۸ء میں، ابراہیم خان غازی کے لیے کتبہ راج محل بتاریخ ۹۶۴ھ /۱۵۵۷ء میں اور اسی طرح عباداللہ کے لیے کتبہ مسجد خان محمد مردھا بتاریخ ۱۱۱۶ھ /۱۷۰۴ء میں آیا ہے۔

قاطع الخشین والمتمردین: حسین شاہ کو کتبہ کانتادوار میں یہ لقب دیا گیا اور خشین اور متمردین سے مراد ملک کے نظم وضبط اور قوانین سے آزاد لوگ اور ریاستی اقتدار سے بغاوت کرنے والے ہیں۔ یہ لقب اشارہ کرتا ہے کہ ملقب حاکم، رعایا کے امن اور ملک کی سلامتی میں خلل انداز ہونے والے ہر باغی شخص سے ملک کا دفاع کرنے کا عزم رکھتا ہے اور ضرورت پڑنے پر لوہے کے گرز سے ایسے سرکش لوگوں کو مارنے کی صلاحیت رکھتا ہے، تاکہ ان کو جڑ سے اکھاڑ سکے اور ملک میں امن اور سکون مہیا کر سکے۔

قالع الکفر وقامع الفجرة: احمد خان کے لیے کتبہ باڑابالنگر بتاریخ ۸۵۴ھ /۱۴۵۱ء میں آیا ہے اور ریاست کے بدمعاشوں اور اسلام کے دشمنوں کو ہزیمت دینے کے لیے صاحب ریاست کی مستعدی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

قامع أساس البدعة: یہ لقب امیر شاہ محمد شجاع کے لیے کتبہ مسجد چوڑی ہٹہ بتاریخ ۱۰۶۰ھ /۱۶۵۰ء میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس دینی لقب کے مطابق صاحبِ لقب بدعات وخرافات کے خلاف جنگ اور اسلامی معاشرے کو ان سے پاک کرنے کا پختہ عزم رکھتا تھا۔ یہاں سے یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ امیر شاہ شجاع کو چونکہ اس کے بھائیوں کی طرف سے شیعہ ہونے کا الزام دیا گیا تھا، پس اس نے اپنے دور میں اس لقب کا لبادہ اوڑھا تاکہ ان تہمتوں کا رد کر سکے اور بدعات کے خلاف جنگ اور ملک کو ان سے پاک کرنے کی اپنی شدید خواہش کا اظہار کر کے مسلمان سنیوں کی اکثریتی حمایت حاصل کر سکے۔

قبلۂ حاجاتِ ارباب: صوفیانہ القاب میں سے ہے جو شیخ شرف الدین کو کتبہ بتاریخ ۹۷۷ھ /۱۵۶۹ء میں دیا گیا۔

قتیلِ محبت وہّاب: صوفیانہ القاب میں سے ہے جس کا اطلاق احمد عمر بن اسعد خالدی پر شیخ علاء الحق کی درگاہ کے ایک کتبہ بتاریخ ۹۸۰ھ /۱۵۷۲ء میں کیا گیا۔

قدوۃ الفقهاء والمحدثین: تقی الدین ابن عین الدین نے یہ لقب سلطان نصرت شاہ کے عہد میں اختیار کیا جیسا کہ ضلع ڈھاکہ کے سونار گاؤں میں سعدی پور کے نزدیک ایک سلاطینی مسجد اور عوامی فوارہ پر نصب شدہ کتبہ بتاریخ ۹۲۹ھ / ۱۵۲۲-۱۵۳۳ء میں مذکور ہے۔

قطب اقطاب: یہ بھی صوفیانہ القاب میں سے ہے جس کو ایک صوفی شخصیت کے لیے شرف الدین درگاہ کے ایک کتبہ بتاریخ ۹۷۷ھ / ۱۵۶۱ء میں اور شیخ علاء الحق کی درگاہ کے ایک دوسرے کتبہ بتاریخ ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء میں استعمال کیا گیا ہے۔

قطبِ اولیا: صوفی القاب میں سے یہ لقب مولانا عطا کو سلطان سکندر شاہ کے عہد میں ایک کتبہ بتاریخ ۷۶۵ھ / ۱۳۶۳ء میں دیا گیا۔ یہ سلطنتِ بنگال کے عہد میں بعض دیگر کتبات میں بھی استعمال ہوا ہے۔

قطب الدنیا والدین: یہ بھی صوفیانہ القاب میں سے ہے جس کو ہم اُن کی قبروں پر کبھی کبھار کندہ پاتے ہیں۔ یہ لقب سلطان نصرت شاہ کے عہد کے ایک غیر مؤرخہ کتبہ میں آیا ہے جو بھارت، بِہار کے ضلع مونگیر، بیگوسرائے پولیس سٹیشن (تھانہ) اور ماٹی ہانی گاؤں میں ایک سلاطینی مسجد پر نصب تھا۔

قطبِ عالم: بنگال میں صوفیانہ القاب میں سے ہے، جس کو شیخ بن محمد خالدی کے لیے مسجد قطب شاہی کے کتبہ بتاریخ ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء میں لایا گیا ہے۔

قطب فلک درجہان: فارسی اور عربی الفاظ سے مرکب اس لقب کا معنی دنیا میں گردش کا محور ہے۔ یہ اعزازیہ و فخریہ القاب میں سے ہے جو کتبہ عمارۃ بڑا کاٹرا میں آیا ہے۔

قهرمان الماء والطين: فتح شاہ کے لیے مسجد گنمنت کے کتبہ بتاریخ ۸۸۹ھ / ۱۴۸۴ء میں آیا ہے۔

كاشف أسرار القرآن: یہ لقب بھی فتح شاہ کے لیے ہی مسجد گنمنت کے کتبہ ۸۸۹ھ / ۱۴۸۴ء میں استعمال کیا گیا ہے۔ شاید یہ کتبہ اس سلطان کی قرآن اور اس کے علوم کی طرف توجہ کو ظاہر کرتا ہے۔

کارِفرمان: یہ لقب معتبر خان کو بِہار، ضلع بھاگلپور میں چمپانگر کے قریب کہیں ایک بے نام سلاطینی مسجد سے اصلاً تعلق رکھنے والے کتبہ بتاریخ ۸۹۷ھ / ۱۴۹۱ء میں دیا گیا جو شمس الدنیا والدین ابوالنصر مظفر شاہ کے دور میں بزورائی ہاٹ کا انتظامی عہدیدار تھا۔

كافي العصر والزمان: الغ مرابطخان کو کتبہ دیوتلا بتاریخ ۸٦۸ھ / ۱۴٦۴ء میں بعہد باربکشاہ یہ لقب دیا گیا اور الكافي کفایت سے اسمِ فاعل ہے۔

الكامل: نصرت شاہ کے لیے کتبہ ستگاؤں بتاریخ ۹۳٦ھ / ۱۵۲۹ء میں آیا ہے۔

کامکار: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ فارسی لقب ملک کے اعلیٰ ترین انتظامی عہدیدار بالفاظِ دیگر بادشاہ یا سلطان کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر آسام، گوہاٹی میں ملنے والے ایک کتبہ میں بظاہر یہ لقب سلطان ابوالمظفر اعظم شاہ کے لیے استعمال ہوا۔

کتوال بک اعلیٰ: پولیس افسر کا اعلیٰ ترین عہدہ مراد ہے جو کہ دیوی کوٹ کے قریب فیروز آباد شہر کے اعلیٰ ترین کوتوالی، سپہ سالارِ فوج، وزیر اور جج معظم رکن خان سرہتی کو ایک مینار کے کتبہ بتاریخ ۹۱۸ھ / ۱۵۱۲ء میں دیا گیا۔

الكريم: سلطان غیاث الدنیاوالدین بہادر شاہ کے لیے کتبہ وزیر بیلڈ نگا بتاریخ ۲۲۷ھ / ۱۴۲۲ء میں استعمال ہوا ہے۔

کلبِ آستانِ خیر البشر: یہ لقب شاہ عباس صفوی کے لیے شاہ مخدوم درگاہ کے ایک کتبہ بتاریخ ۱۰۴۵ھ / ۱٦۳۵ء میں آیا ہے۔ یہ لقب عربی اور فارسی کلمات کا مرکب ہے۔ آستان لفظ کا مطلب مرقد یا درگاہ ہے۔ اس لقب سے مراد یہ ہے کہ صاحبِ لقب خیر البشر محمد ﷺ کی درگاہ کا محافظ ہے۔ کلب یعنی کتے کا لفظ اس لقب میں اس لیے آیا ہے کہ کتے کا کام حفاظت کرنا ہوتا ہے۔ یہ صاحبِ لقب کی رسول ﷺ کے لیے تواضع کو ظاہر کرتا ہے۔

لشکر کشِ ایران: فارسی زبان میں لشکر کا معنی گروہ ہے اور لشکر کش کا معنی فوج کا قائد ہے، مرکب لقب کا معنی ایرانی فوج کا قائد ہے۔ ایرانی فوج کے قائد کے مفوضہ امور میں شیعہ مذہب کا دفاع کرنا شامل تھا اس لیے اس لقب کی ایک تعبیر شیعیت کے حوالے سے دینی مفہوم بھی رکھتی ہے۔یہ لقب بادشاہِ ایران شاہ عباس صفوی کے لیے کتبہ شاہ مخدوم درگاہ بتاریخ ۱۰۴۵ھ / ۱٦۳۵ء میں استعمال ہوا ہے۔

مالك رقاب الأمم: شاہی القاب میں سے یہ لقب بھی مرکب القاب کے وضع کرنے میں داخل ہوا۔ یہ لقب اس عہد میں بنگال کے متعدد کتبات میں وارد ہوا ہے۔ کیکاؤس شاہ کے لیے کتبہ لکھی سرائی

بتاریخ ۶۹۷ھ /۱۲۹۷ء میں، فیروز شاہ کے لیے تری بنی کی مسجد ظفر خان کے کتبہ بتاریخ ۷۱۳ھ /۱۳۱۳ء میں اور اسی طرح یوسف شاہ کے لیے کتبہ درسباڑی بتاریخ ۸۸۴ھ /۱۴۷۹ء میں آیا ہے۔

مانح الخلق: حسین شاہ کو کتبہ کانتا دوار میں یہ لقب دیا گیا جو اَب بھارتی عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ اس کا معنی ہے، مخلوق کو عطا کرنے والا۔

المؤیَد: کتبہ وزیر بیلڈ نگا بتاریخ ۷۲۲ھ / ۱۳۲۲ء میں بنگال کے آزاد حکمران ہونے کے دعوے دار بہادر شاہ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اگرچہ یہ لقب مذہبی و دینی مفہوم رکھتا ہے، لیکن مرکب شکل مثلاً المؤید الملک میں یہ بادشاہ کے لیے اپنی تائید کے اظہار کے سیاسی مفہوم میں بدل جاتا ہے جیسا کہ دوسرے اسلامی علاقوں میں آیا ہے۔

المؤید بتأیید الدیان: یہ لقب سلطان محمود شاہ کو باڑہ میں ایک مسجد کے کتبہ بتاریخ ۸۵۴ھ / ۱۴۵۰ء میں دیا گیا۔

المؤید بتائید المنان: سلطان حسین شاہ نے مغربی بنگال کے ضلع بردوان میں سواتا کے قریب ایک سلاطینی عمارت سے تعلق رکھنے والے کتبے بتاریخ ۹۰۲ھ / ۱۴۹۶ء میں اس لقب کو اختیار کیا۔

المؤید بتأیید الرحمن: یہ لقب سلطان محمود شاہ کو کئی کتبات میں دیا گیا، مثلاً باڑہ کی ایک مسجد کے کتبہ بتاریخ ۸۵۴ / ۱۴۵۰ء، میں اور گھگرا میں ایک جامع مسجد کے کتبہ بتاریخ ۸۵۶ھ / ۱۴۵۲ء میں یہ لقب درج ہے۔ عہدِ سلطنت کے کئی دوسرے کتبات میں بھی یہ لقب آیا ہے۔

متوکل علی اللہ: سلطان حسین شاہ کے عہد میں ولی محمود بن علی کے لیے گوڑ میں موجود چھوٹی سونا مسجد کے ایک غیر مؤرخہ کتبہ میں استعمال ہوا۔

متولی: عوامی سطح پر بنگال اور آس پاس کے علاقوں میں کم و بیش ہر جگہ یہ لقب مذہبی عمارات، خصوصاً مساجد کے امور کی نگرانی پر فائز شخص کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اور شیخ بختیار کے لیے کتبہ پیر بہرام بتاریخ ۱۰۱۵ھ /۱۶۰۶ء میں آیا ہے۔

المجاھد: قرآن اور احادیثِ نبویہ کی واضح اسلامی تعلیمات سے یہ لقب اخذ کیا گیا۔ جہاد اور مجاہدوں کا ذکر متعدد آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ میں ہوا ہے اور مرورِ زمانہ کے ساتھ عالمِ اسلام میں

یہ مقبولِ عام الفاظ بن گئے۔ بنگال میں بعض مرکب القاب کی ترکیب میں یہ لفظ شامل ہوا اور کبھی منفرد حیثیت میں بھی آیا جیسا کہ کتبہ وزیر بیلڈ نگا بتاریخ ۸۲۷ھ / ۱۴۲۲ء میں بہادر شاہ کے لیے استعمال ہوا۔

المجاهد على أعداء الله: یہ لقب حسین شاہ کے لیے کتبہ اسماعیل پور بتاریخ ۹۰۶ھ / ۱۵۰۱ء میں آیا ہے۔

المجاهد في سبيل الرحمٰن: سلطان محمود شاہ کے لیے کتبہ باڑا بتاریخ ۸۵۴ھ / ۱۴۵۱ء میں اور حسین شاہ کے لیے بھی کتبہ مسجد فوٹی بتاریخ ۹۰۰ھ / ۱۴۹۵ء میں آیا ہے۔ اسی طرح یہ لقب گوڑ کے گوامالتی میں موجود مینار فیروز شاہ کے غیر مؤرخہ کتبہ میں سلطان فیروز شاہ کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔

المجاهد في سبيل الله المنان: اس کا اطلاق حسین شاہ پر فیروز پور کے مدرسہ میں دریافت شدہ ایک کتبہ بتاریخ ۹۰۷ھ / ۱۵۰۲ء میں کیا گیا ہے۔

المجلس: لغوی طور پر المجلس بیٹھنے کی جگہ کو کہتے ہیں اور تعظیماً بیٹھے ہوئے شخص کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔ ہم بنگال میں عربی کتبات میں المجلس کا ذکر کثرت سے پاتے ہیں جس سے اس شخص کے اعلیٰ مقام کا پتا چلتا ہے۔ سچ بات یہ ہے کہ بنگال کے عہدِ سلاطین میں یہ بنیادی القاب میں سے ایک تھا جو القاب کے مجموعہ میں وارد ہوا۔ بنگالی کتبات میں اس لقب کا استعمال اعلیٰ سیاست کاروں، وزرا اور امرا کے لیے ہوتا تھا، لیکن کسی بھی بنگالی سلطان کو یہ لقب نہیں دیا گیا۔ اسی طرح اس کا مفرد استعمال بہت نایاب ہے۔ یہ عموماً کسی دوسرے لقب کی اضافت کے ساتھ یا بعض اوقات ملقب شخص کے نام کی اضافت کے ساتھ آیا ہے۔

مجلسِ اختیار: ضلع مالدہ کے انگریزی بازار میں پائے جانے والے ایک کتبہ بتاریخ ۹۱۳ھ / ۱۵۰۷ء میں سلطان حسین شاہ کے عہد میں یہ لقب استعمال ہوا ہے۔

مجلسِ اعظم: کتبہ مسجد سالک، شہر بشیر ہاٹ، بتاریخ ۸۷۱ھ / ۱۴۶۶ء بعہد باربکشاہ میں یہ لقب وارد ہوا ہے۔ اسی طرح سلطان یوسف شاہ کے عہد میں ضلع ہوگلی کے پنڈوہ میں دریافت شدہ ایک کتبہ بتاریخ ۸۸۲ھ / ۱۴۷۷ء میں بھی یہ لقب آیا ہے۔

مجلس أعظم المعظم: سلطان یوسف شاہ کے عہد میں سلہٹ کے ایک غیر مؤرخہ کتبہ میں آیا ہے۔

المجلس الأعلی: سلطان یوسف شاہ کے عہد میں سلہٹ کے ایک غیر مؤرخہ کتبہ میں آیا ہے۔

مجلس اعلیٰ: سلطان باربکشاہ کے عہد میں راستی خان کے لیے ہاٹ ہازاری کی مسجد علاول سے دریافت شدہ ایک کتبہ بتاریخ ۸۷۸ھ / ۱۴۷۴ء میں استعمال ہوا ہے۔

مجلس باربک: کتبہ دیپارا بتاریخ ۸۹۹ھ / ۱۴۹۴ء میں سلطان حسین شاہ کے عہد میں وارد ہوا۔

مجلس خرشید: کتبہ پیریل بتاریخ ۸۶۹ھ / ۱۴۶۵ء میں سلطان باربکشاہ کے عہد میں آیا۔

مجلس الدین: حضرت پنڈوہ میں نور قطب العالم کی درگاہ کے ایک کتبہ بتاریخ ۸۸۰ھ / ۱۴۷۵ء میں سلطان یوسف شاہ کے عہد میں اس لقب کا ذکر ملتا ہے۔

مجلس راحت: سلطان حسین شاہ کے عہد میں قدیم مالدہ کے چالیس پارا محلہ سے دریافت شدہ ایک کتبہ بتاریخ ۸۹۹ھ / ۱۴۹۴ء میں اس لقب کو استعمال کیا گیا۔

مجلس الشرف: سلطان یوسف شاہ کے عہد میں قدیم مالدہ کے شانک موہن محلہ سے دریافت شدہ ایک کتبہ بتاریخ ۸۷۹ھ / ۱۴۷۴ء میں آیا ہے۔

المجلس العالي: ابوالفتح طغرل کے لیے کتبہ بڑی درگاہ بتاریخ ۶۴۰ھ / ۱۲۴۲ء میں استعمال ہوا ہے۔

مجلس المجالس: اس عہد میں بنگال میں ملنے والے تقریباً چھ کتبات میں یہ لقب پایا جاتا ہے۔

مجلس المعظم المکرم: یہ لقب بنگال کے سلطانی عہد میں قریباً تین کتبات میں استعمال ہوا ہے۔

مجلس منصور: محمود شاہ کے عہد کے ایک سرکاری افسر الغ رحیم خان نے یہ لقب کتبہ بتاریخ ۸۵۸ھ / ۱۴۵۴ء میں اختیار کیا۔ اس کتبہ کا تعلق بنگلہ دیش کے ضلع پبنہ کے ایک سلطانی مدرسہ اور مسجد سے تھا۔

مجلس نور: سلطان فتح شاہ کے عہد میں ہوگلی ضلع کے ستگاؤں سے دریافت شدہ ایک کتبہ بتاریخ ۸۹۲ھ / ۱۴۸۷ء میں آیا ہے۔

مجمع السعادات: بہار کے ضلع مونگیر میں شاہ نفا درگاہ میں موجود ایک کتبہ بتاریخ ۹۰۳ھ / ۱۴۹۸ء میں حسین شاہ کے لیے آیا ہے۔

محلیان نوبت عالی: کتبہ ہٹحولا بتاریخ ۸۶۸ھ / ۱۴۶۴ء میں سلطان باربکشاہ کے عہد میں خرشید خان کے لیے استعمال کیا گیا۔ یہ عسکری لقب ہے اور ممکنہ طور پر صاحبِ لقب، محل کے اندر محافظوں کا سردار تھا۔

المختص بعناية الحنان المنان: یہ لقب محمود شاہ کے لیے ضلع بیر بھوم کے بڑا بالنگر کے ایک کتبہ بتاریخ ۸۵۴ھ / ۱۴۵۱ء میں آیا ہے۔

مخدوم: صوفیانہ لقب جس کو احمد عمر بن اسعد خالدی کے لیے شیخ علاء الحق کی درگاہ میں موجود ایک کتبہ بتاریخ ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء میں استعمال کیا گیا۔

المخصوص بعناية رب العالمين: سلطان فیروز شاہ پر اس کا اطلاق مسجد ظفر خان تری بنی میں موجود ایک کتبہ بتاریخ ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء میں کیا گیا ہے۔

المخصوص بعناية الرحمٰن: حاکم بنگال تاتار خان کو کتبہ بارہ دری بتاریخ ۶۶۳ھ / ۱۲۶۵ء میں یہ لقب دیا گیا۔

المخلص للعلماء الراشدين: سلطان محمود شاہ کے عہد میں الغ خان جہان کے لیے ضلع کھلنا کے باگیرہاٹ میں موجود اس کے مقبرے کے کتبہ بتاریخ ۸۶۳ھ / ۱۴۵۹ء میں اس لقب کو استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لقب ان کثیر القاب میں سے ہے جو حکام بنگال کی علم اور علما پر طرف توجہ پر دلالت کرتا ہے۔

المرابط: اس کے معنی آگے بڑھ کر حفاظت کرنے والے محافظ کے ہیں۔ اسلامی دنیا کی شمالی سرحدوں میں دفاعی مقاصد کے لیے رباط (جمع اربطہ) نامی سرحدی چوکیاں بنانے کی ایک انوکھی اور شاندار تعمیری روایت موجود تھی۔ قلعہ نما ان عمارتوں میں خانقاہوں کی سہولتیں بھی موجود ہوا کرتی تھیں، کیونکہ محافظین کی یہ جماعتیں، جنہیں مرابطون (مفرد مرابط) کہا جاتا تھا، فی الواقع صوفی برادری سے تعلق کی بنا پر کسی نہ کسی صوفی طریقے سے منسلک ہوا کرتی تھیں اور مذہبی فریضے کے طور پر اسلامی سرحدوں کی حفاظت بھی کیا کرتی تھیں۔ یہ لقب بہادر شاہ کے لیے ایک خزانہ کے کتبہ بتاریخ ۷۲۲ھ / ۱۳۲۲ء میں آیا جو کہ بنگلہ دیش کے ضلع چپائی نواب گنج میں وزیر بیلڈ نگا گاؤں سے ملا تھا۔

مربي أرباب اليقين: بمعنی یقین والوں کی تربیت کرنے والا۔ سلطان فیروز شاہ کے دور میں خانجہان ظفر خان کے لیے ہوگلی ضلع کی تری بنی میں موجود ایک کتبہ بتاریخ ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء میں استعمال ہوا ہے۔ ارباب الیقین سے مراد صالحین اور علما ہیں، جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ بنگال کے حاکموں کی جانب سے صوفیا کے لیے خصوصی دیکھ بھال کا انتظام تھا۔ عمومی طور پر وہ ان پر مہربانی کرنے میں بخل نہیں کرتے تھے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ اسلام غلو پسند دین نہیں ہے اس لیے اس میں رہبانیت کا کوئی تصور نہیں۔ صوفیا اِس دور میں صحیح اسلامی خطوط سے انحراف کا شکار ہو گئے، اس لیے قبروں اور ان پر گنبدوں کی تعمیر جیسے کاموں سے چمٹ گئے۔

مرزا: اکثر اسم معرفہ کے بعد استعمال ہونے والا یہ لقب اصلاً فارسی زبان میں شہزادہ کا مفہوم رکھتا ہے۔ بعض اوقات یہ نام سے پہلے بھی آتا ہے جس کا معنی ایک تعلیم یافتہ شریف انسان کا ہوتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ خاندانی نام کی بھی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جیسا کہ یہ لقب نواب مراد خان کے لیے خیر وا مسجد پر نصب ایک کتبہ بتاریخ ۹۸۹ھ / ۱۵۸۲ء میں آیا ہے۔

مرشد الواصلين والمسترشدين: انتہائی ممتاز روحانی مفہوم رکھنے والا یہ لقب، جس کا مفہوم وصل اور ہدایت چاہنے والوں کو راہ دکھانے والے کا ہے، بنگال کے مشہور مسلم صوفی بزرگ نور قطب العالم کو دیا گیا جیسا کہ ان کے تدفینی کتبے بتاریخ ۸۳۱ھ / ۱۴۵۹ء میں درج ہے۔

مُروّج مذهب أئمة اثنا عشر: بمعنی "اثنا عشری مذہب کی ترویج کرنے والا"۔ مرکب لقب ہے اور بارہ اماموں کی اتباع کے حوالے سے شیعہ مذہب کی تائید میں آتا ہے۔ اسی لیے اس کا مفہوم دینی ہے کیونکہ یہ شیعہ لوگوں کے لیے بلند صفات میں شمار ہوتا ہے۔ اس کو ایران کے حاکم شاہ عباس صفوی کے لیے کتبہ شاہ مخدوم درگاہ، ضلع راجشاہی بتاریخ ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۵ء میں استعمال کیا گیا۔

مزيّن المساند والسرر: یہ فخریہ لقب صاحبِ لقب کے اعلیٰ اور ارفع مقام کی جانب اشارہ کرتا ہے؛ کیونکہ اس کا مطلب ہے مساند (جو مسند کی جمع ہے) اور سرر (جو سریر کی جمع ہے بمعنی چارپائی) کو زینت بخشنے والا۔ یہ لقب امیر شاہ محمد شجاع کو کتبہ چوڑی ہٹہ بتاریخ ۱۰۶۰ھ / ۱۶۵۰ء میں دیا گیا۔

مسندِ سرِ لشکر: سلطان حسین شاہ کے عہد میں ضلع ہوگلی کے تری بنی میں پائے جانے والے ایک کتبہ بتاریخ ۹۱۲ھ / ۱۵۰۶ء میں یہ لقب استعمال ہوا ہے اور اس کا اطلاق فوج کے ایک بلند رتبہ افسر پر ہوتا تھا۔

مسندِ شاہی: یہ لقب سلطان شمس الدین احمد شاہ (۸۳۵-۸۴۰ھ / ۱۴۳۲-۱۴۳۶ء) کے لیے ضلع ڈھاکہ میں معظم پور گاؤں میں شاہ لنگر کی درگاہ پر ایک کتبہ میں آیا۔

المشایخ: یہ لقب صوفی شخصیات کی الواحِ قبور میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔

مصرف الدولة والدین: خود مختاری کے دعویدار بنگال کے ایک حاکم بہادر شاہ کے لیے وزیر بیلڈ نگا کے ایک کتبہ بتاریخ ۷۲۲ھ / ۱۴۲۲ء میں یہ لقب آیا ہے۔

المظفر: سلطان بہادر شاہ نے اس کو کتبہ وزیر بیلڈ نگا میں ایک کتبہ بتاریخ ۷۲۲ھ / ۱۳۲۲ء میں استعمال کیا۔

مظهر العجائب: حضرت علی کی مدح میں کہے گئے اُن اشعار میں آیا ہے جو شیعی نقطہ نظر کے حامل ہیں اور بنگال کے متعدد کتبات میں پائے گئے ہیں۔ عالی مرتبت فرد کی مدح میں اس لقب کو استعمال کیا جاتا ہے۔

المعروف بإيثار حب السلطان: یہ لقب کتبہ بیلڈ نگا بتاریخ ۷۲۲ھ / ۱۶۵۰ء میں وارد ہوا ہے۔

المعظم: فروعی فخر یہ القاب میں سے ہے اور عموماً سلطان کی صفت کے طور پر جیسے السلطان المعظم آتا ہے۔ مسجد کوسمبا میں پایا جانے والا ایک کتبہ بتاریخ ۹۶۶ھ / ۱۵۵۸ء میں سلطان بہادر شاہ کے لیے آیا ہے اور اسی طرح مغلیہ دور اور اس سے سابقہ ادوار میں کئی دیگر کتبات میں آیا ہے۔

مُعلي كلمات الحق: حسین شاہ کے لیے کتبہ کانتادوار میں آیا ہے جو اس وقت کلکتہ کے بھارتی عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ اس کا معنی ہے "کلمات حق کو بلند کرنے والا"۔

مُعلي كلمات الحق والحسنات: اس کا استعمال بھی حسین شاہ کے لیے چھوٹی سونا مسجد، گوڑ کے ایک کتبہ میں کیا گیا۔ اس کا معنی ہے "حق کے کلمات اور نیکیوں کو بلندی دینے والا"۔

معین للإسلام والمسلمین: یہ لقب خان جہان کو کتبہ باگیر ہاٹ بتاریخ ۸۶۳ھ / ۱۴۵۹ء میں سلطان محمود شاہ کے عہد میں دیا گیا۔ معین کا مطلب مددگار یا ہاتھ بٹانے والا ہے اور معروف ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی مدد، مسلمان امرا اور سلاطین کی اعلیٰ صفات میں سے اہم ترین شمار کی جاتی ہے۔

معین الملوک والسلاطین: اس کو ظفر علی خان کے لیے کتبہ تری بینی بتاریخ ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء میں سلطان فیروز شاہ کے عہد میں استعمال کیا گیا۔

مغیث الملوک والسلاطین: ابو الفتح طغرل کے لیے بڑی درگاہ کے کتبہ بتاریخ ۶۴۰ھ / ۱۲۴۲ء میں آیا ہے۔

مقبول بارگاہ رب العالمین: بارگاہ فارسی کا لفظ ہے جس کے معنی دربار کے ہیں اور اس کو عربی کلمات کے ساتھ مرکب القاب بنانے میں استعمال کیا گیا، یہ لقب صوفی شخصیات کے لیے استعمال کیا گیا جیسا کہ بابو محمد خالدی کے لیے شیخ علاء الحق کی درگاہ کا کتبہ بتاریخ ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء میں آیا۔

مقرب الدولۃ: ڈھاکہ شہر کے مضافات میں سونار گاؤں میں پائے جانے والے کتبہ بتاریخ ۸۸۹ھ / ۱۴۸۴ء میں فتح شاہ کے عہد میں معظم آباد کے وزیر اور سرِ لشکر کے لیے استعمال کیا گیا۔

المکرم: سلطان بہادر شاہ کے لیے کتبہ مسجد کوسمبا بتاریخ ۹۶۶ھ / ۱۵۵۸ء میں آیا ہے اور یہ ان اوصاف میں سے ہے جو تکریم کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ چنانچہ کبھی کبھار السلطان المکرم کے صیغے کے ساتھ بھی یہ استعمال ہوتا رہا۔

ملاذ الوری: بمعنی ”مخلوق کی جائے پناہ“۔ سلطان رکن الدنیا والدین کیکاؤس شاہ کو دیا جانے والا یہ لقب ایک مدرسہ کے کتبہ بتاریخ ۶۹۸ھ / ۱۲۹۸ء میں دیکھا جا سکتا ہے جو مغربی بنگال کے ضلع ہوگلی، تری بینی میں ظفر خان مسجد پر نصب ہے۔

الملک: سلطان سلیمان کے لیے کتبہ الشا بتاریخ ۹۷۵ھ / ۱۵۶۷ء میں، حسین شاہ کے لیے اس کے بعض کتبات میں، اسی طرح عبد اللہ میاں کے لیے کتبہ سونار گاؤں بتاریخ ۹۷۶ھ / ۱۵۶۸ء میں یہ لقب آیا ہے۔ مختلف اسلامی ممالک میں طویل زمانے تک یہ لقب استعمال کیا گیا۔ اس کے معنی ہیں ”حکومتِ وقت کا رئیسِ اعلیٰ“ اور یہ لفظِ سلطان کا مترادف ہے، اس کے علاوہ

متعدد مرکب القاب کی ترکیب میں آتا ہے۔ سعودی عرب کے حاکم کے لیے اب تک یہ لقب استعمال ہوتا ہے۔

ملک الأمرا والوزراء: تقی الدین ابن عین الدین کے لیے کتبہ سونار گاؤں بتاریخ ۹۲۹ھ / ۱۵۲۲ء میں سلطان نصرت شاہ کے عہد میں استعمال ہوا۔

ملک العالمین: یہ لقب ابوالمکارم تاتار خان (۶۶۳-۶۶۶ھ / ۱۲۶۵-۱۲۶۸ء) کے لیے بھارت کی ریاست بِہار میں موجود بارہ دری میں فضل اللہ گوسین کے مقبرے پر نصب کتبہ بتاریخ ۶۶۳ھ / ۱۲۶۵ء میں استعمال کیا گیا ہے۔

الملک الکبیر: یہ لقب سلطان بہادر شاہ کے عہد میں کتبہ وزیر بیلڈ نگا بتاریخ ۷۲۲ھ / ۱۳۲۲ء میں آیا ہے۔

الملک المعظم: بنگال کے والی مسعود شاہ جانی کے لیے کتبہ گنگارامپور بتاریخ ۶۴۷ھ / ۱۲۴۹ء میں آیا ہے۔

ملک المُلک: اخوند شیر پر اس کا اطلاق سلطان فتح شاہ کے عہد میں کتبہ دھامرائی ڈھاکہ بتاریخ ۸۸۷ھ / ۱۴۸۲ء میں کیا گیا۔

ملک ملوک الشرق: اس کو بھی مسعود شاہ جانی کے لیے کتبہ گنگارامپور بتاریخ ۶۴۷ھ / ۱۲۴۹ء میں استعمال کیا گیا۔ اس لقب کی نسبتاً چھوٹی شکل یعنی ملک الشرق شہزادہ نصیر الدین کے لیے استعمال ہوئی جیسا کہ دہلی میں اس کے مقبرے کے کتبے میں درج ہے۔

ملّایان: اس کا مفرد ملا ہے اور یہ لقب ہندوستان اور اس کے پڑوسی علاقوں میں عظیم علمائے دین اور شیوخ کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ کلمہ کی بنیاد عربی ہے اور یہ لقب برصغیر ہند میں فارسی، پشتو، افغانی، اردو، بنگالی وغیرہ میں بھی مستعمل ہے۔ بلکہ اب اکثر اس کا اطلاق اس عالمِ دین پر ہوتا ہے جو کافی وقت کسی گاؤں کی کسی چھوٹی سی مسجد کے امام کے طور پر گزارتا ہے یا چھوٹے مکتبوں یا سکولوں میں بچوں کو دین کے مبادی سکھانے کا کام کرتا ہے۔ یہ لقب کتبہ راج محل بتاریخ ۹۶۴ھ / ۱۵۵۷ء میں وارد ہوا ہے۔

منبع السعادات: یہ لقب سلطان حسین شاہ نے ایک کتبہ بتاریخ ۹۰۷ھ / ۱۵۰۲ء میں اختیار کیا جو مغربی بنگال، مالدہ میں انگریز بازار پولیس سٹیشن کے شمال مغرب میں فیروز پور کی ایک چھوٹی سی مسجد پر نصب تھا۔

المنصور: فیروز ایتگین کو یہ لقب کتبہ لکھی سرائی بتاریخ ۶۹۷ھ / ۱۲۹۷ء میں بعہد کیکاؤس شاہ دیا گیا۔

المنصور بعنایة الرحمٰن: سلطان الیاس شاہ کے لیے بانیہ پوکور (کلکتہ، مغربی بنگال) میں ایک مسجد پر نصب کتبہ بتاریخ ۷۴۳ھ / ۱۳۴۲ء میں آیا۔

المنصوص بمرتبة عليا: ابراہیم خان کے لیے کتبہ راج محل بتاریخ ۹۶۴ھ / ۱۵۵۷ء میں تعظیم و تکریم کے لیے یہ لقب لایا گیا۔

منصف دیوان کتوالی: یہ لقب مظفر آباد کے مشہور شہر کے وزیر خان معظم رکن خان سرہتی کو گوڑ کے ایک مینار کے کتبہ بتاریخ ۹۱۸ھ / ۱۵۱۲ء میں دیا گیا۔ صاحبِ لقب فیروز آباد شہر کا اعلیٰ ترین پولیس افسر اور فوجداری عدالت کا جج بھی تھا۔

مولانا: یہ لقب سلطان فتح شاہ کے عہد میں کتبہ مہدی پور بتاریخ ۸۹۱ھ / ۱۵۷۹ء میں استعمال ہوا اور یہ بنگال اور اس کے قرب و جوار کے علاقوں میں بڑے علما کے لیے بولا جاتا تھا۔ اب تک یہ لقب برصغیر میں علما کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

مولی ملوک الترک والعجم: کیکاؤس شاہ پہلا سلطان تھا جس نے یہ لقب اختیار کیا جس کا ذکر لکھی سرائے کی ایک جامع مسجد کے کتبہ بتاریخ ۶۹۷ھ / ۱۲۹۷ء میں ملتا ہے۔ یہی لقب سلطان التتمش کے لیے ہانسی کی ایک مسجد کے کتبہ میں بھی آیا ہے۔

میاں صاحب: یہ لقب کتبہ دیو تلا بتاریخ ۹۸۷ھ / ۱۵۷۹ء میں آیا ہے اور ہندوستان کی بعض زبانوں مثلاً اردو اور بنگالی میں عمر رسیدہ اور بوڑھے افراد کے لیے تاحال مستعمل ہے۔

میر بحر: یہ لقب عربی زبان کے امیر بحر کے مترادف ہے۔ اخوند شیر کے لیے دھامرائی، ضلع ڈھاکہ سے دریافت شدہ کتبہ بتاریخ ۸۸۷ھ / ۱۴۸۲ء میں آیا ہے۔ لفظ 'میر' اصل میں فارسی ہے جس سے ریاست میں اعلیٰ منصب پر فائز شخص کو اعزازی طور پر نوازا جاتا تھا۔ بنگال ایسا ملک ہے جہاں نہریں اور نشیبی زمین بہت زیادہ ہے اور بحری شعبہ بہت اہم عسکری قوت شمار

کیا جاتا ہے۔ عہدِ سلاطین میں میر البحر کے پاس متعدد کشتیاں ہوتی تھیں جن سے وہ داخلی دریاؤں اور نہروں میں گھومتا اور بحری قزاقوں اور دشمنوں کا پیچھا کرتا تھا۔

ناصح الملوک والسلاطین: یہ لقب الغ مرابطخان کو باربک شاہ کے عہد میں ضلع دیناجپور میں پنڈوہ کے ۱۵ میل شمال میں دیوتلا کی ایک مسجد سے تعلق رکھنے والے ایک کتبہ بتاریخ ۸۶۸ھ / ۱۴۶۴ء میں دیا گیا۔

ناصر أمیر المؤمنین: ہندوستان کے سلطان محمود شاہ کے لیے کتبہ گنگارامپور بتاریخ ۶۴۷ھ / ۱۲۴۹ء میں آیا ہے۔ بنگال کے سلطان کیکاؤس شاہ کو بھی کتبہ مہیسوارا بتاریخ ۶۹۲ھ / ۱۲۴۹ء میں اور کتبہ لکھی سرائی بتاریخ ۶۹۷ھ / ۱۲۹۷ء میں یہ لقب دیا گیا۔ یہ لقب بغداد میں عباسی خلافت کے سقوط کے بعد بھی ہندوستان اور بنگال کے سلاطین کی طرف سے اسلامی خلافت کے ساتھ رابطہ رکھنے اور وفاداری کے اظہار کو نمایاں کرتا ہے۔

ناصر أهل الإیمان: الیاس شاہ کے لیے بانیہ پوکھر، مضافاتِ کلکتہ سے دریافت شدہ ایک کتبہ بتاریخ ۷۴۳ھ / ۱۴۳۲ء میں آیا ہے۔

ناصر الدنیا والدین: دہلی کے سلطان محمود شاہ کے لیے کتبہ گنگارامپور بتاریخ ۶۴۷ھ / ۱۲۴۹ء میں اور شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے لیے کتبہ کالنا بتاریخ ۱۰۸۰ھ / ۱۶۶۹ء میں استعمال ہوا۔ برصغیر ہند میں متعدد حکام و سلاطین کو یہ لقب ملنے کی وجہ سے کتباتِ ہند میں یہ کثرت سے پایا جاتا ہے۔

ناصر عباداللہ: سلطان محمود شاہ کے لیے کتبہ بڑاماٹیاباڑی بتاریخ ۹۳۴ھ / ۱۵۲۷ء میں آیا ہے۔

نافع الفقراء والمساکین: یہ لقب سماجی و روحانی دونوں مفاہیم کو سموئے ہوئے ہے۔ اس کا استعمال نور قطب العالم کے لیے ان کے تدفینی کتبے بتاریخ ۸۳۱ھ / ۱۴۵۹ء میں کیا گیا۔

نصیر الإسلام: خانجہان ظفر خان کو یہ لقب ضلع ہوگلی میں تری بنی سے دریافت شدہ ایک کتبہ بتاریخ ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء میں سلطان فیروز شاہ کے عہد میں دیا گیا۔

نواب: مغلیہ عہد میں گورنروں اور امرا کو یہ لقب دیا جاتا تھا۔ مرزا خان کے لیے کتبہ شیر پور مورچا بتاریخ ۹۸۹ھ /۱۵۸۱ء میں اور اسی طرح اکبر کے عہد میں کتبہ نیاباڑی (غالباً بتاریخ ۱۰۰۰ھ /۱۰۹۱ء) میں آیا ہے۔ اورنگزیب کے عہد میں کتبہ مسجد اندھیر قلعہ بتاریخ ۱۰۷۸ھ /۱۶۶۷ء میں استعمال ہوا۔

نوبت عالی: یہ عسکری مناصب میں سے ایک ہے اور بعض اوقات اس کے شروع میں لفظ محلیان (مقامی عملہ) ملحق کر دیا جاتا ہے۔ یہ لقب خان معظم خرشید خان کو باربک شاہ کے عہد میں ضلع سلہٹ میں ہٹخولا کی ایک مسجد کی دیوار پر ملنے والے ایک کتبہ بتاریخ ۸۶۸ھ /۱۴۶۳ء میں دیا گیا۔

نور الحق والشرع والدین: یہ لقب بنگال میں صوفی شخصیات کو دیا جاتا تھا۔ عمر بن اسعد خالدی کو کتبہ شیخ علاء الحق درگاہ بتاریخ ۹۸۰ھ /۱۵۷۲ء میں یہ لقب دیا گیا۔

نور الدین: مغل شہنشاہ جہانگیر کو کتبہ کیسیاری بتاریخ ۱۰۳۱ھ /۱۶۲۲ء میں یہ لقب دیا گیا۔

نیک اختر: یہ لقب مغلیہ دور کے اعلیٰ سرکاری عہدیدار محمد افضل بن محمد قاسم چشتی رکن خان نے ایک کتبہ بتاریخ ۱۰۹۷ھ /۱۶۸۶ء میں استعمال کیا۔ یہ کتبہ ڈھاکہ کے قدیم رہائشی مضافات میں بنگشال روڈ پر واقع ایک مغل مسجد سے ملا تھا۔

ہمایوں: ایک شاہی لقب ہونے کے باوجود یہ کئی کتبات میں ممتاز سرکاری عہدیداروں مثلاً میر اغماء کے لیے (آسام میں گوھاٹی عجائب گھر میں محفوظ اعظم شاہ کے دور کے کتبہ میں) دیا گیا۔ البتہ دوسرا مغل بادشاہ (بابر کا بیٹا) اس لقب سے مشہور ہوا۔ یہ اصلاً فارسی لفظ ہے جس کے معنی بلند اور عظیم کے ہیں۔

واثق بتأیید الرحمن: کتبہ مسجد ادینہ بتاریخ ۷۷۶ھ /۱۳۷۵ء میں سلطان سکندر شاہ ابن الیاس شاہ کے لیے اور اسی طرح کتبہ چمپانگر بتاریخ ۸۹۷ھ /۱۴۹۱ء میں سلطان مظفر شاہ کے لیے استعمال کیا گیا۔

الواثق بالملک المنّان: فتح شاہ کے عہد میں مہدی پور کے ایک کتبہ بتاریخ ۸۸۹ھ /۱۴۸۴ء میں خان المعظم دولتخان کو اس سے نوازا گیا جو سلطان فتح شاہ کے عہد میں وزیر دفاع تھا۔

الواثق بالمنان: فتح شاہ کے عہد میں دولتخان کے لیے اس کو مہدی پور کی ایک قدیم سلطانی مسجد گنمنت مسجد کے کتبہ بتاریخ ۸۸۹ھ / ۱۴۸۴ء میں استعمال میں لایا گیا۔

وارث ملک سلیمان: فیروز شاہ کے لیے یہ لقب ضلع ہوگلی کے تری بنی میں دریافت شدہ ایک کتبہ بتاریخ ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء میں اور محمود شاہ کے لیے کتبہ بڑا بالنگر بتاریخ ۸۵۴ھ / ۱۴۵۰ء میں، حسین شاہ کے لیے کتبہ سونار گاؤں ڈھاکہ بتاریخ ۹۱۹ھ / ۱۵۱۴ء میں استعمال ہوا۔ یہ لقب بادشاہ کی قوت، حکومت کی صلاحیت اور قانونی حیثیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

والي المبرات: اس کو ابو المظفر فیروز شاہ السلطان کے لیے مغربی بنگال، ضلع ہوگلی، تری بنی میں مدرسہ دار الخیرات سے متعلقہ کتبہ بتاریخ ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء میں استعمال کیا گیا۔

وحید المحققین: یہ ایک صوفی لقب ہے جو مولانا عطاء کو بنگال کے الیاس شاہی سلسلے کے دوسرے حکمران سلطان سکندر شاہ کے عہد میں ایک کتبہ بتاریخ ۷۶۵ھ / ۱۳۶۳ء میں دیا گیا۔

وزیر: سلطان یا حکمران کے بعد درجے میں یہ دوسرا اہم ترین عہدہ ہوتا تھا۔ یہ لقب کئی مرکب اشکال میں وزرا کی مختلف ذمہ داریوں کی مناسبت سے متعدد کتبات میں آیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ لقب الغ اعظم احمد خان سرور کو سلطان محمود شاہ کے عہد کی ایک مسجد کے کتبہ بتاریخ ۸۵۴ھ / ۱۴۵۰ء میں دیا گیا جو سحلہ شہر کا وزیر تھا۔ یہ لقب ضلع معظم آباد کے وزیر اور سر لشکر کے لیے بھی سلطان فتح شاہ کے عہد کے ایک کتبہ بتاریخ ۸۸۹ھ / ۱۴۸۳-۱۴۸۴ء میں آیا۔

وزیر دون در شرق: یہ لقب الغ سرفراز خان کے لیے بالیا گھاٹا کے ایک مسجد کے کتبہ بتاریخ ۸۴۷ھ / ۱۴۴۳ء میں سلطان محمود شاہ کے عہد میں استعمال ہوا۔ یہ بنگال کے کچھ دوسرے کتبات میں بھی آیا ہے۔

وزیر شہر: یہ لقب خان معظم رکن خان سرہتی کو دیا گیا جو مظفر آباد کے مشہور شہر کا وزیر، فوج کا سپہ سالار، فیروز پور شہر کا اعلیٰ ترین کوتوالی اور اسی شہر کی فوجداری عدالت کا جج تھا۔ اس لقب کو ایک مینار کے کتبہ بتاریخ ۹۱۸ھ / ۱۵۱۲ء میں ذکر کیا گیا ہے۔

وزیر لشکر: دولتخان کو مہدی پور میں واقع مسجد گنمنت کے ایک کتبہ بتاریخ ۸۸۹ھ / ۱۴۸۴ء میں اور گوڑ کے مہدی پور میں پائے جانے والے ایک دوسرے کتبہ میں سلطان فتح شاہ کے عہد میں یہ لقب دیا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ لقب وزیرِ دفاع تھا اور امورِ افواج کے بارے میں جوابدہ تھا۔

ولي الله: زیادہ تر یہ لقب شیعہ کتبات میں حضرت علی بن ابی طالب کے لیے بطور لقب لایا جاتا تھا جیسا کہ کتبہ کیسیاری بتاریخ ۱۰۳۱ھ / ۱٦۲۲ء میں آیا ہے۔ بعض اوقات یہ لقب بنگال میں صوفی شخصیات کے لیے بھی استعمال کیا گیا۔

يمين خليفة الله: سلطان کیکاؤس شاہ کے چار کتبات میں آیا ہے اور یہ لقب اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ اسلامی دنیا کا خلیفہ صاحبِ لقب پر مکمل بھروسہ کرتا تھا اور اسی طرح صاحبِ لقب، خلیفہ کے مددگار اور حمایتی لوگوں میں سے تھا۔

یوسفِ آقا، خواجہ سرا دستور السلاطین قانون الخواقین: فارسی مرکب لقب ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس لقب سے ملقب شخص اپنے آقا کے لیے وہی حیثیت رکھتا تھا جو یوسف* بادشاہِ مصر کے لیے رکھتے تھے، جس سے مراد ملک کے قوانین، ہم عصر سلاطین اور مملکت کے ساتھ وفاداری برقرار رکھنا ہے۔ یہ لقب علیقلی بیگ کے لیے شاہ مخدوم کی درگاہ کے ایک کتبہ بتاریخ ۱۰۴۵ھ / ۱٦۳۵ء میں استعمال کیا گیا، شاید اس لقب کے ذریعے اس کا مقصد ایران کے بادشاہ شاہ عباس صفوی کے ساتھ اپنی وفاداری کا اظہار ہو۔